جلد ۲ اگست ۱۹۶۱ء شمارہ ۸

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ: پانچ روپے قیمت فی پرچہ: آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

اگست سنہ ۱۹۶۱ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:۔ پانچ روپے ؛ فی پرچہ: پچاس پیسے

فہرست مضامین

طابع و ناشر:- محمد ابراہیم ÷ مطبوعہ:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ÷ مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۲	ماہنامہ انصار اللہ ربوہ	شمارہ ۸

(۱۵ / اگست ۱۹۶۱ء)

نصرتِ الٰہی کا ایک اور اہم ذریعہ

اِنفاق فی سبیل اللہ اور اس کی عظیم الشّان برکات

گزشتہ شمارہ میں ہم نے یہ واضح کرتے ہوئے کہ خدائی جماعتوں کی کامیابی کا تمام تر دارومدار اللہ تعالےٰ کی تائید و نصرت پر ہوتا ہے، قرآنِ مجید کی رُو سے بعض ایسے ذرائع پر روشنی ڈالی تھی جنہیں اختیار کر کے جماعتِ احمدیہ کی آئندہ نسلیں بھی اپنے آپ کو نصرتِ الٰہی کا مورد بنا سکتی ہیں اور دُنیا بھر میں غلبۂ اسلام کی اُس غرض کو پورا کرنے کی سعادت حاصل کر سکتی ہیں جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اِس آخری زمانہ میں اپنے ایک عظیم الشان مامور کے ذریعہ اِس جماعت کو قائم فرمایا ہے۔ اِس ضمن میں ہم نے دو اہم ذرائع یعنی صبر اور صلوٰۃ کی اہمیت پر روشنی ڈال کر ان کی ہمہ گیر افادیت اور ان کے عملی تقاضوں کو واضح کیا تھا۔ ذیل میں ہم حصولِ نصرتِ الٰہی کے ایک اور اہم ذریعہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ صبر اور صلوٰۃ کی طرح نصرتِ الٰہی کا یہ ذریعہ بھی بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآنِ مجید میں اِس ذریعہ پر اتنا زور دیا ہے کہ اسے نظرانداز کر کے ہم ہرگز یہ توقع نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اُس کی تائید ہمارے شاملِ حال رہے اور ہم دنیا میں غلبۂ اسلام کے عظیم الشان مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔ وہ اہم ذریعہ ہے —— انفاق فی سبیل اللہ یعنی اپنے اموال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جہاں اُمَمِ سابقہ میں سے بنی اسرائیل کے ساتھ تائید و نصرت کے وعدے کا ذکر کیا ہے وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ میرا یہ وعدہ بعض شرائط کے ساتھ مشروط تھا اور اُن شرائط میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے علاوہ انفاق فی سبیل اللہ کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں اِن شرائط کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○

(المائدہ آیت ۱۳)

اور اللہ نے (بنی اسرائیل سے) کہا تھا کہ اگر تم نماز کو سنوار کر پڑھو گے اور زکوٰۃ دوگے اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی ہر طرح مدد کرو گے اور اللہ کو اپنے مال کا ایک اچھا حصہ کاٹ کر دو گے تو میں یقیناً تمہارے ساتھ ہوں۔ اور میں ضرور تم سے تمہاری بدیاں مٹا دونگا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے اندر نہریں بہتی ہوں گی۔ مگر جو شخص تم میں سے اسکے بعد انکار سے کام لے تو وہ سمجھ لے کہ وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا ہے۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ساتھ اپنی خاص تائید و نصرت کے وعدے اور اُس وعدے کی شرائط کا ذکر کرتے ہوئے ایک شرط یہ بیان کی ہے کہ وہ میرے رسولوں پر ایمان لائیں، اُن کی ہر طرح مدد کریں، اور اپنے اموال کا اچھا اور بہتر حصہ خدا اور اُس کے دین کی راہ میں خرچ کریں نیز فرمایا ہے کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو میں ہر حال میں، ہر آن، اور ہر لحظہ اُن کے ساتھ ہوں گا یعنی قدم قدم پر اُن کی مدد کروں گا اور کوئی ان کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ پھر وہ اِس تائید و نصرت کی وجہ سے نہ صرف اِس دنیا میں کامیاب ہوں گے بلکہ اگلے جہان میں بھی جنّت میں داخل کر کے میں انہیں اس کی لازوال و بے مثال نعمتوں سے مالا مال کروں گا۔ انفاق فی سبیل اللہ کے نتیجے میں اپنی تائید و نصرت کا وعدہ اور دونوں جہانوں میں عظیم الشان کامیابیوں کی بشارت دینے کے علاوہ خدا نے انہیں خبردار کیا کہ اگر انہوں نے میری راہ میں اپنے اموال خرچ کرنے سے انکار کیا اور اس سے رُوگردانی اختیار کی تو پھر انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ اِس صورت میں اُنہیں میری معیت یعنی تائید و نصرت حاصل نہ رہے گی اور دُنیا و آخرت میں اُن کے لئے ذلّت و مسکنت کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بُرے انجام پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا

ہے کہ بنی اسرائیل اپنے عہد پر قائم نہ رہے، انہوں نے خدائے واحد کی عبادت اور اس کی راہ میں اموال خرچ کرنے سے انکار کر دیا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خدائی تائید و نصرت سے یکسر بے نصیب کر دیئے گئے۔ چنانچہ اگلی ہی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ج
(المائدہ آیت ۱۴)

اور اُن کے اپنا پختہ عہد توڑ دینے کے سبب سے ہم نے اُن پر لعنت کی تھی اور اُن کے دلوں کو سخت کر دیا تھا۔

کتنا عبرت ناک اور کتنا مہیب انجام ہے کہ جس کو پڑھ کر دل پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل پر لعنت کی اور اُن کے دلوں کو سخت کر دیا اور ایسا کیوں ہوا؟ اِس لئے کہ تائید و نصرتِ الٰہی کا مورد بننے کے لئے انہوں نے رسولوں پر ایمان لانے، اُن کی ہر طرح مدد کرنے، خدا تعالیٰ کی عبادت بجا لانے اور اُس کی راہ میں اپنے اموال کا اچھا اور بہتر حصّہ خرچ کرنے کے سلسلہ میں خدا سے جو عہد باندھا تھا، اُس پر وہ قائم نہ رہے اور اس سے انہوں نے روگردانی اختیار کر لی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو بنی اسرائیل کا انجام اِس لئے یاد دلایا ہے کہ تا وہ ایسے اعمال بجا لائیں جن کے نتیجہ میں وہ نصرتِ الٰہی کے مورد بنیں اور اُس انجام سے محفوظ رہیں جو اُن کی بداعمالی کی وجہ سے بنی اسرائیل کا ہوا۔ اُس نے مسلمانوں کو بھی وہی نیک اعمال بجا لانے کی بار بار تاکید فرمائی ہے جن کی قبل ازیں اُس نے بنی اسرائیل کو تلقین کی تھی اور جن کی بجا آوری کے ساتھ تائید و نصرتِ الٰہی کو وابستہ قرار دیا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں سے جنہوں نے صبر، صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کے راستہ پر گامزن ہو کر اپنے آپ کو نصرتِ الٰہی کا مورد بنایا اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِس نمونہ پر خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں بہترین انجام کی بشارت سے نوازا اور ایسے خوش بخت و خوش نصیب اصحابِ رسول ؐ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝
(الرعد آیت ۲۳)

اور جنہوں نے اپنے رب کی رضا کی طلب میں صبر (یعنی ثابت قدمی) سے کام لیا ہے اور نماز کو عمدگی سے ادا کیا ہے اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اُس میں سے اُنہوں نے چھپ کر بھی اور ظاہراً بھی ہماری راہ میں خرچ کیا ہے اور جو بدی کو نیکی کرنے کے ذریعہ سے دُور کرتے رہتے ہیں انہی کے لئے اِس گھر کا بہترین انجام مقدر ہے۔

چونکہ صبر اور صلوٰۃ کی طرح انفاق فی سبیل اللہ کو حصولِ نصرتِ الٰہی کے ضمن میں بنیادی اہمیت حاصل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس کی اس قدر تلقین فرمائی ہے اور اِس پر اتنا زور دیا ہے کہ ایک مسلمان پر اس کی بنیادی اہمیت واضح ہوئے بغیر نہیں رہتی اور پھر اس کے نتیجے میں ملنے والی بشارات اور اس سے روگردانی اختیار کرنے کی صورت میں بُرے انجام کے وعید کو دیکھ کر کسی حقیقی مسلمان کے لئے یہ ممکن ہی نہیں رہتا کہ وہ مال سے اِس درجہ محبت کرے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے اُس کے دل میں کسی قسم کی تنگی یا انقباض پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ انفاق فی سبیل اللہ کا نہایت واضح الفاظ میں حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم خدا کی راہ میں نہ صرف اپنا مال خرچ کرو بلکہ اُس کا اچھا اور بہتر حصہ خرچ کرو اور کرو بھی پورے انشراح اور بشاشت کے ساتھ۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ○

(البقرہ آیت ۲۶۸)

اے ایمان دارو! جو کچھ تم نے کمایا ہے اُس میں سے پاکیزہ چیزیں خدا کی راہ میں دو اور جو ہم نے تمہارے لئے زمین میں سے نکالا ہے اس میں سے بھی اللہ کی راہ میں حسبِ توفیق خرچ کرو۔ اور ناکارہ چیز کو، جس میں سے تم خرچ تو کرتے ہو مگر سوائے اس کے کہ چشم پوشی سے کام لو خود اسے ہرگز قبول نہیں کرتے، صدقہ کے لئے بالارادہ نہ چنا کرو اور جان لو کہ اللہ بالکل بے نیاز اور بہت ہی حمد کا مستحق ہے۔

خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم قرآن میں بار بار آیا ہے۔ کہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومنو! جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خدا کی راہ میں موت کے آنے سے پہلے خرچ کرو تا ایسا نہ ہو کہ جب موت آئے تو خرچ نہ کرنے والے کو کہنا پڑے کہ اے میرے رب! تُو نے مجھے کیوں تھوڑی سی مہلت اور نہ دی تا کہ میں اِس مہلت میں کچھ خیرات کر لیتا اور نیک بن جاتا (المنافقون آیت ۱۱) کہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اے ایمان دارو! جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اُس میں سے اُس دن کے آنے سے پہلے کہ جس میں نہ کسی قسم کی خرید و فروخت، نہ دوستی، اور نہ شفاعت کارگر ہوگی، خدا کی راہ میں جو کچھ ہو سکے خرچ کر لو اور یاد رکھو کہ اِس حکم کا انکار کرنے والے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں (البقرہ آیت ۲۵۵) کہیں یاد دلاتا ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے یہ تمہارا نہیں ہے بلکہ آسمان اور زمین کی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر تمہیں کیا عذر ہے کہ اُس مال میں سے جو خدا نے تمہیں دیا ہے اس کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ (الحدید آیت ۱۱)

یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے بڑی تفصیل کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے اور

اس کے بے انداز فوائد اور عظیم الشان منافع پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ اپنا کمایا ہوا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہو، اگر ایسا کروگے تو یہ تمھاری اپنی جانوں کے لئے بہتر ہوگا۔ (التغابن آیت ۱۷) بہتر اس لئے کہ اس کے بغیر تم صحیح معنوں میں نیک بن ہی نہیں سکتے۔ بے شک نیک بننے کے لئے نماز، روزہ، اور دیگر عبادات ضروری ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ تم کامل نیکی کو ہرگز پا نہیں سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے خدا کے لئے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران آیت ۹۳) پھر اللہ تعالےٰ وعدہ فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنے مال رات اور دن، پوشیدہ بھی اور ظاہر بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں اُن کے لئے اُن کے رب کے پاس اُن کا اجر محفوظ ہے، نہ تو اُن کو کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (البقرہ آیت ۲۷۵) اسی طرح خدا کی راہ میں بے دریغ اپنے اموال خرچ کرنے والوں کو جنّت اور اُخروی جہان کی لازوال نعمتوں کی بشارت دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ اپنے پروردگار کی مغفرت اور اُس جنّت کی طرف دَوڑو جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے اور جو تیار کرکے رکھی گئی ہے اُن پرہیزگاروں کے لئے جو خوشحالی اور تنگ حالی دونوں حالتوں میں خدا کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ (آل عمران آیت ۱۳۴)

ہر چند کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں یہ واضح فرما دیا ہے کہ جو شخص بھی اپنے مال کو خوش حالی اور تنگ حالی دونوں حالتوں میں انشراح اور بشاشت کے ساتھ اس کی راہ میں خرچ کرے گا اس کا فائدہ خود اُس کی اپنی ذات کو پہنچے گا پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو انفاق فی سبیل اللہ پر ابھارنے کے لئے محض اپنی شانِ کریمی کے اظہار کے طور پر فرمایا ہے کہ جو شخص بھی خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے وہ گویا خدا کو قرض دیتا ہے اور خدا اُسے یہ قرض کئی گنا زیادہ کرکے واپس لوٹائے گا۔ خدا تعالیٰ کے غنائے ذاتی کو کسی کے مال یا امداد کی بھلا کیا حاجت ہوسکتی ہے۔ وہ حیّ و قیّوم قادرِ مطلق ہر قسم کی احتیاج سے یکسر پاک ہے اس کے باوجود وہ انفاق فی سبیل اللہ کو جس میں سراسر بندوں کا اپنا ہی فائدہ ہے ایک ایسا قرض قرار دیتا ہے جو کسی اور کو نہیں بلکہ خود خدا تعالیٰ کو دیا جائے۔ اس سے جہاں اپنے بندوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کا اظہار ہوتا ہے وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو یہ بات کس قدر پسند ہے کہ اُس کے بندے اپنے کمائے ہوئے پاک اور طیّب مال میں سے اُس کی راہ میں خرچ کریں اور اِس طرح اُس کی جناب سے بے انداز اجر و ثواب کے مستحق ٹھہریں۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ؕ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ

کیا کوئی ہے جو اللہ کو اپنے مال کا ایک اچھا حصہ قرض دے تاکہ وہ اُسے اس کے لئے بہت بہت بڑھائے۔ اللہ کی یہ بھی سنّت ہے کہ وہ اپنے بندہ کا مال لیتا ہے اور پھر اُسے بڑھاتا ہے اور

اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝ (البقرہ آیت ۲۴۶) آخر تمہیں اُسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔

پھر انسان دنیا میں جتنے بھی جائز نوعیت کے نفع مند کاموں پر روپیہ لگاتا ہے اور اس طرح اپنے مال کو بڑھانے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کو ان میں سے ہر ایک سے تشبیہہ دے کر اس بات کی ضمانت دی ہے کہ کوئی نفع مند کام بھی انسان کے مال کو اس حد تک بڑھانے کا موجب نہیں ہو سکتا جس حد تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے انسان کا مال بڑھتا ہے۔ اس طرح وہ خدا کی راہ میں مال خرچ کر کے خسارے میں نہیں رہتا بلکہ بے انداز نفع کماتا ہے۔ مثال کے طور پر مال کو بڑھانے کے دو بڑے ذرائع **تجارت** اور **زراعت** ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ انفاق فی سبیل اللہ کو ایک نہایت ہی نفع مند تجارت قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ :-

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَ اَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّۃَ ..... فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ ؕ وَ ذٰلِکَ ھُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۝ (التوبہ آیت ۱۱۱)

اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانوں اور اُن کے مالوں کو اس وعدہ پر خرید لیا ہے کہ اُن کو جنّت ملے گی ... پس اے مومنو! اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے کیا ہے اور یہی وہ بڑی کامیابی ہے جس کا مومنوں کو وعدہ دیا گیا ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ انفاق فی سبیل اللہ کو انتہائی نفع مند تجارت قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ تجارت تمہارے لئے اس رنگ میں ہی بے انتہا نفع مند ثابت نہیں ہوگی کہ تم مرنے کے بعد جنت میں داخل کئے جاؤ گے اور اگلے جہان کی لازوال نعمتوں سے تمہیں مالامال کیا جائے گا بلکہ اس دنیا میں بھی تم کو اللہ تعالےٰ کی خاص تائید و نصرت اور عظیم الشان فتح نصیب ہوگی اور دین و دُنیا ہر دو لحاظ سے تم بے انداز نفع کماؤ گے چنانچہ فرماتا ہے کہ :-

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ھَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنۡجِیۡکُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ۝ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ تُجَاھِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِکُمۡ وَ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝

اے مومنو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کی خبر دوں جو تم کو دردناک عذاب سے بچا لے گی وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى
تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ
قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝
(الصف آیات ۱۳ و ۱۴)

(اوّل) اس لئے کہ ایسا کرنے کے نتیجے میں وہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور تم کو ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ہمیشہ رہنے والی جنتوں کے پاک مکانوں میں تم کو رکھیگا یہ ہرگز کوئی معمولی کامیابی نہیں بلکہ عظیم الشان کامیابی ہے۔ (دوم) اس لئے کہ ایک اور چیز بھی ہے جس کو تم بہت چاہتے ہو اور وہ اس دنیا میں اللہ کی تائید ہے اور ایک جلد ہی حاصل ہونیوالی فتح ہے۔ سو اے رسول! مومنوں کو بشارت دیدے کہ انہیں (مالوں اور جانوں سے جہاد کے صلہ میں اسی دنیا میں) اللہ کی تائید و نصرت اور جلد حاصل ہونیوالی فتح بھی ملے گی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ انفاق فی سبیل اللہ کو انتہائی **نفع مند زراعت** قرار دیتے ہوئے خدا کی راہ میں خرچ کئے ہوئے مال کو بے انتہا فصل پیدا کرنے والے بیج سے تشبیہہ دیتا ہے اور فرماتا ہے:۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ
سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ
مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ
لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝
(البقرہ آیت ۲۶۲)

جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کے اِس فعل کی حالت اُس دانہ کی حالت کے مشابہ ہے جو سات بالیں اُگائے اور ہر بالی میں سَو دانے ہوں، اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی بڑھ کر دیتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

یعنی خدا کی راہ میں اپنے اموال خرچ کرنا زمین میں ایسا بیج بکھیرنے کے مترادف ہے کہ جس کے نتیجے میں خدا چاہے تو سات سَو گنا سے بھی زیادہ فصل پیدا ہو سکتی ہے۔ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی راہ میں خرچ کئے ہوئے مال کا سات سَو گنا سے بھی بڑھ کر اجر و ثواب اور خیر و برکت عطا کرتا ہے۔ زرعی پیداوار کا یہ اتنا بلند معیار ہے کہ دنیا زرعی میدان میں بے پناہ سائنسی ترقی کے باوجود ابھی اس معیار کو نہیں پہنچ سکی ہے لیکن خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ کوئی ہماری راہ میں اپنا مال خرچ کر کے دیکھے ہم اتنا ہی نہیں بلکہ اِس سے بھی بڑھ کر اجر دینے پر قادر ہیں۔

پھر زراعت کی ایک اور قسم یعنی باغبانی سے انفاق فی سبیل اللہ کو تشبیہہ دیتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ج فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (البقرہ آیت ۲۶۶)

اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور اپنے آپکو مضبوط کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں اُن کے خرچ کی حالت اُس باغ کی حالت کے مشابہ ہے جو اونچی جگہ پر ہو اور اس پر تیز بارش ہوئی ہو اور جس کی وجہ سے وہ اپنا پھل دو چند لایا ہو اور اس کی یہ کیفیت ہو کہ اگر اس پر زور کی بارش نہ بھی پڑے تو تھوڑی بارش ہی اس کے لئے کافی ہو جائے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔

الغرض اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے حتمی طور پر اس امر کی ضمانت دی ہے کہ جو شخص بھی سچی نیت سے محض لوجہ اللہ اپنا مال دین کی راہ میں خرچ کرے گا تو خدا نہ صرف یہ کہ اگلے جہان میں جنت کے اعلیٰ مدارج اسے عطا فرمائے گا بلکہ اِس دُنیا میں بھی اُس کے مال کو بڑھائے گا اور اُس میں خارق عادت برکت ڈالے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن مجید میں انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت اور انسان کے حق میں اس کی عظیم الشان برکات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے وہاں اِس سے بچنے اور رُوگردانی اختیار کرنے والوں کے عبرتناک انجام کو واضح کر کے نہایت زوردار الفاظ میں اس سے خبردار کیا ہے۔ جیسا کہ ہم اُوپر واضح کر آئے ہیں انفاق فی سبیل اللہ کے نتیجے میں اُس نے دُنیا و آخرت میں فوز و فلاح کی عظیم الشان بشارات دی ہیں لیکن جو لوگ غربت و افلاس کے ڈر یا بخل اور تنگ دلی کی وجہ سے خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے گھبراتے ہیں اور اس سے بچنے میں ہی عافیت ڈھونڈتے ہیں اُن کے بارہ میں صرف یہی نہیں کہا کہ وہ انفاق فی سبیل اللہ کے نتیجے میں حاصل ہونے والے بے انداز منافع اور عظیم الشان برکات سے محروم رہیں گے بلکہ فرمایا کہ ایسے لوگ کسی اور گمان میں نہ رہیں انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اُن کے لئے دنیا اور آخرت میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ اُن کا مال گھٹتا جائے گا اور وہ دونوں جہانوں میں سراسر خسارہ میں ہی رہیں گے چنانچہ فرماتا ہے:۔

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ آیت ۱۹۶)

اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھ سے ہلاکت میں نہ ڈالو (کیونکہ راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے کے معنی ہلاکت اور بربادی کے ہیں)

اِس آیت میں کس قدر واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے گھبرانا اور مال کو سینت سینت کر رکھنا ہرگز عقلمندی نہیں ہے بلکہ انتہا درجہ کی بیوقوفی اور حماقت ہے کیونکہ ایسا کرنے والا اپنے مال کو

بچاتا نہیں بلکہ اپنے ہی ہاتھوں اپنے اُوپر ہلاکت اور بربادی کو مسلط کرتا ہے۔ اِسی طرح فرماتا ہے :۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ (التوبہ آیت ۳۴)

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں اچھی طرح بتا دو کہ اُن کے لئے دردناک عذاب مقدر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس دردناک عذاب کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لانے کے بعد خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے سے گھبراتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ اُن کے اموال کا کوئی حصہ بھی خدا کے دین کی اشاعت اور اُس کی سربلندی کے لئے خرچ ہو اور پھر دوسروں کو بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے منع کرتے ہیں وہ دراصل مومن نہیں بلکہ منافق ہیں۔ وہ خدا اور آخرت پر دل سے ایمان نہیں رکھتے کیونکہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کا لازمی اقتضاء ہی یہ ہے کہ انسان کسی چیز کو بھی اپنا نہ سمجھے بلکہ زمین اور آسمان کی ہر شے کو خدا کی ملکیت یقین کرتے ہوئے اسے اس کی راہ میں بشاشت اور انشراح کے ساتھ خرچ کرے اور پھر اس جہان میں بھی اور اُس جہان میں بھی خدا کے فضل اور رحم کا اُمیدوار رہے۔ چنانچہ فرماتا ہے :۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (التوبہ آیت ۶۷)

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ وہ بُری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور اچھی باتوں سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو ترک کر دیا ہے سو اللہ نے بھی انہیں ترک کر دیا۔ منافق یقیناً اطاعت سے نکلنے والے ہیں۔

اِسی طرح فرماتا ہے :۔

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ

جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے سے بچنے کی اجازت نہیں مانگتے اللہ تعالیٰ متقیوں سے خوب واقف ہے۔ پیچھے رہنے کی اجازت وہ مانگتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اُن کے دلوں میں شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ پس وہ اپنے

رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ ۝
(التوبہ آیات ۴۴، ۴۵)

شبہات کی وجہ سے کبھی ادھر ہوتے ہیں اور کبھی اُدھر۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے بعد خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے سے منہ موڑنے والوں کو ٹھہرا دیا ہے کہ وہ طبیعت کے اس انقباض کو معمولی بات نہ سمجھیں خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے پہلو تہی وہ خطرناک جُرم ہے کہ اس کا ارتکاب بالآخر ہدایت سے محروم کرنے کا موجب ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر تم بخل سے کام لوگے اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کروگے تو خدا تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئیگا اور وہ لوگ تمہاری طرح تنگ دل اور خسیس نہ ہوں گے۔ وہ دل کھول کر خدا کی راہ میں اپنے اموال خرچ کریں گے اور بے اندازہ اجر و ثواب کے مستحق قرار پائیں گے۔ پھر تائید و نصرت اور فتح و ظفر کے وعدے انہی کے حق میں پورے ہوں گے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

هَاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ج فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ج
وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ
وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ج
وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا
غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝
(محمدؐ آیت ۳۹)

سُنو تم وہ لوگ ہو جن کو اس لئے بُلایا جاتا ہے کہ تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اور تم میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو بخل سے کام لیتے ہیں اور جو بھی بخل سے کام لے وہ اپنی جان ہی کے متعلق بخل سے کام لیتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور تم ہی محتاج ہو۔ اور اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہاری جگہ ایک اور قوم کو بدل کر لے آئیگا اور وہ تمہاری طرح (بخل کرنیوالے) نہیں ہوں گے۔

انفاق فی سبیل اللہ سے متعلق یہ سب قرآنی احکام انتہائی اہمیت کے حامل ہیں اور بالخصوص جماعت احمدیہ کے افراد کے لئے تو ان پر پورے تعہد اور عزم و ہمت کے ساتھ عمل پیرا ہونا از حد ضروری اور لازمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس آخری زمانہ میں اسلام کو دنیا بھر میں غالب کر دکھانے کے لئے چُنا ہے۔ اس عظیم الشان مقصد میں کامیابی خدائی تائید و نصرت کے بغیر ممکن نہیں ہے اور خدائی تائید و نصرت کا حصول جن اعمال پر منحصر ہے ان میں سے ایک نہایت اہم عمل انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ ان احکام کی رُو سے اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کیلئے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اپنے کمائے ہوئے پاک اور طیّب اموال کا اچھا اور بہتر حصّہ پورے انشراح اور بشاشت کے ساتھ خدا کی راہ میں خرچ کریں اور کرتے چلے جائیں اور پھر کریں بھی خوش حالی اور تنگ حالی دونوں حالتوں میں۔ ایسا نہ ہو کہ تنگ حال ہوں تو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے غافل ہو جائیں جو کچھ بھی وہ کمائیں زیادہ ہو یا کم اُس میں سے خدا اور اس کے دین کا حصّہ ضرور نکالیں۔ کوئی وقت اور کوئی زمانہ ایسا نہ آئے کہ خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت اور

اس کی سربلندی کے لئے اپنے اموال کا بہتر اور اچھا حصّہ خرچ کرنے میں وہ کسی قسم کی تنگی یا انقباض محسوس کریں ۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دونوں جہانوں میں بے انداز اجر و ثواب، تائید و نصرت اور فتح و ظفر سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے اور انہیں ضمانت دی ہے کہ اگر وہ پورے انشراح اور بشاشت کے ساتھ ہر صورت اور بہر حال یعنی عُسر اور یُسر میں اپنے اموال خدا کی راہ میں خرچ کرینگے تو خدا تعالیٰ اُن کے اموال کو بڑھائے گا اور اُن میں غیر معمولی برکت ڈالے گا۔ برخلاف اس کے اُس نے خبردار کیا ہے کہ اگر انہوں نے انفاق فی سبیل اللہ سے روگردانی اختیار کی اور اس سے لاپرواہ ہو گئے تو صرف یہی نہیں ہوگا کہ وہ غیر معمولی اجر و ثواب اور خیر و برکت سے محروم ہو جائیں گے بلکہ وہ خود اپنے ہاتھوں اپنے اوپر ہلاکت مسلّط کرنے والے ہوں گے، عجز، ذلت و مسکنت کے اُن کے حصّہ میں کچھ نہ آئے گا اور اللہ تعالیٰ اُنہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر کے اُن کی خسّت اور تنگ دلی کی اُنہیں عبرت ناک سزا دے گا اور پھر خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی بناء پر اس دُنیا میں اُن کے دل اس قدر سخت ہو جائیں گے کہ اُن کے لئے ہدایت پر قائم رہنا ممکن نہ رہے گا اور خدا اُن کی جگہ ایک اَور قوم کو لے آئے گا جو اُن کی طرح غفلت اور بخل سے کام لینے والی نہ ہو گی۔

جیسا کہ ہم اُوپر اشارہ کر آئے ہیں فی زمانہ اِن جملہ احکام کے سب سے بڑھ کر اور اوّل مخاطب جماعت احمدیہ کے افراد ہیں کہ جنہیں خدا نے اسلام کو ساری دُنیا میں پھیلانے اور اُسے غالب کر دکھانے کا کام سپرد کیا ہے۔ اس لئے اِن احکام کی بجا آوری آج جتنی ہم پر فرض ہے اُتنی اَور کسی پر نہیں ہو سکتی ۔ اگر ہم اِن کی بجا آوری میں دل و جان سے کوشاں ہیں اور خدا کے دین کی اشاعت کے لئے ہم اپنے اموال خرچ کرنے میں نہ صرف یہ کہ کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے بلکہ کمال درجہ انشراح اور بشاشت کے ساتھ انہیں پیش کرتے چلے جاتے ہیں تو پھر ہمارے لئے اِس دُنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی کامیابی ہی کامیابی ہے ۔ اور اگر خدا نخواستہ ایسا نہیں ہے تو ہمارے لئے یہ نہایت درجہ خطرہ کا مقام ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جس نے بہر حال اسلام کو دُنیا میں غلبہ بخشنے کا فیصلہ کیا ہے اپنی قدیم سنّت کے مطابق کسی اَور قوم کو لے آئے گا جس کے افراد غفلت اور بخل سے کام لینے والے نہ ہوں گے ۔ وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنے اموال کو دین کی راہ میں خرچ کرینگے پھر نصرتِ الٰہی اُنہیں کے شامل حال ہو گی اور وہی ہوں گے جن کے حق میں کامیابی و کامرانی اور فتح و ظفر

کے وعدے پورے ہوں گے۔

خدا تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مقام پہچاننے اور بڑھ چڑھ کر خدمتِ اسلام کیلئے اپنے اموال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا ہمیں خدا نے محض اپنے فضل سے السّابقون الاوّلون کا جو امتیاز بخشا ہے وہ قائم و دائم رہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اُس کے دین کو دُنیا بھر میں غالب کر دکھانے کے قابلِ فخر اعزاز کے ہم ہی مستحق قرار پائیں۔

آمین اللّٰھمّ آمین ؎

اپنے عزیز مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اِس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا جو اپنے عزیز مال کو اِس راہ میں خرچ کرے گا۔ یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبّت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبّت کرو اور خدا سے بھی، صرف ایک سے محبّت کر سکتے ہو پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبّت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبّت کرکے اسکی راہ میں مال خرچ کریگا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا لیکن جو شخص مال سے محبّت کرکے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہیئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔"

(ضمیمہ ریویو آف ریلیجنز ستمبر ۱۹۰۳ء)

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اس جماعت کے قائم کرنے سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہے کہ گمشدہ معرفت کو اس کے ذریعہ دوبارہ دنیا میں قائم کر دے

تمہارا فرض ہے کہ حقیقی اصلاح کی طرف کامل اور انتھک کوشش کرو

یاد رکھو کہ تکبر شیطان سے آتا ہے اور تکبر کرنے والے کو شیطان بنا دیتا ہے

جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء کے موقع پر ۲۹ دسمبر کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آسمانی حقائق و معارف سے پُر جو پُرزور تقریر ارشاد فرمائی تھی اُس کے بعض حصّے قبل ازیں "انصار اللہ" کے صفحات میں شائع ہو چکے ہیں۔ اِس کا ایک اور نہایت قیمتی اقتباس ہدیۂ احباب کیا جا رہا ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام نے تکبر اور خود پسندی سے بچنے کی تلقین فرماتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ جو جماعت قائم فرمائی ہے اس سے غرض یہ ہے کہ وہ گمشدہ معرفت کو اس جماعت کے ذریعہ سے دوبارہ دنیا میں قائم کر دے اس لئے جملہ احباب جماعت کا فرض ہے کہ وہ حقیقی اصلاح کی طرف کامل اور اَن تھک کوشش کریں۔ (ادارہ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

"انبیاء علیہم السلام کبھی کسی قوّت اور طاقت کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے۔ وہ خدا تعالیٰ سے ہی پاتے ہیں اور اسی کا نام لیتے ہیں۔ ہاں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام سے نیچے کے ہوتے ہیں بلکہ وہ کروڑ ہا حصّہ نیچے کے درجہ میں ہوتے ہیں (بایں ہمہ) وہ دو دن نماز پڑھ کر تکبر کرنے لگ جاتے ہیں۔ اِس کا سبب یہ ہے کہ ان میں تکبر کی کوئی رگ رہ جاتی ہے۔ ایسا ہی روزہ اور حج سے بھی۔ بجائے تزکیۂ نفس اور تقویٰ حاصل کرنے کے

اُن میں تکبّر اور نمود پیدا ہو جاتا ہے۔ تکبّر ایسی بلا ہے کہ جو انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ یاد رکھو کہ تکبّر شیطان سے آتا ہے اور تکبّر کرنے والے کو شیطان بنا دیتا ہے۔ جب تک انسان اِس راہ سے قطعاً دُور نہ ہو قبولِ حق و فیضانِ الوہیت ہرگز پا نہیں سکتا کیونکہ یہ تکبّر اُس کی راہ میں روک ہو جاتا ہے۔ پس کسی طرح سے بھی تکبّر نہیں کرنا چاہیئے نہ علم کے لحاظ سے، نہ دولت کے لحاظ سے، نہ وجاہت کے لحاظ سے، نہ ذات اور خاندان اور حسب نسب کی وجہ سے، کیونکہ زیادہ تر تکبّر انہی باتوں سے پیدا ہوتا ہے۔ جب تک انسان اپنے آپ کو اِن گھمنڈوں سے پاک وصاف نہ کرے گا اُس وقت تک وہ اللہ جلشانہ، کے نزدیک پسندیدہ و برگزیدہ نہیں ہو سکتا اور وہ معرفتِ الٰہی جو جذباتِ نفسانی کے موادِ ردّیہ کو جلا دیتی ہے اُس کو عطا نہیں ہوتی کیونکہ یہ گھمنڈ شیطان کا حصّہ ہے، اِس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ شیطان نے بھی یہی گھمنڈ کیا اور اپنے آپ کو آدم علیہ السلام سے بڑا سمجھا اور کہدیا اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ ج خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ ۸/۱۳ نتیجہ اِس کا یہ ہوا کہ بارگاہِ الٰہی سے مردود ہو گیا، اِس لئے ہر ایک کو اِس سے بچنا چاہیئے۔ جب تک انسان کو کامل معرفتِ الٰہی حاصل نہ ہو وہ لغزش کھاتا ہے اور اس سے متنبہ نہیں ہوتا۔ مگر معرفتِ الٰہی جس کو حاصل ہو جائے اگرچہ اس سے کوئی لغزش ہو بھی جاوے تب بھی اللہ تعالیٰ اُس کی محافظت کرتا ہے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش پر اپنی کمزوری کا اعتراف کیا اور سمجھ لیا کہ سوائے فضلِ الٰہی کے کچھ ہو نہیں سکتا اس لئے دُعا کرکے اللہ تعالیٰ کے فضل کا وارث ہوا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ۸/۲۴ یہی سِرّ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا کہ "اے نیک استاد" تو چونکہ اُن کو علم تھا کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی کو نیک نہ کرے وہ نیک نہیں ہو سکتا اس لئے فوراً انکار کیا اور اُسے کہہ دیا کہ تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ مَیں نیکی کو اپنی طرف منسوب کرتا ہوں حقیقی نیکی تو اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے وہ جب چاہے اپنے فضل سے عطا کرے، اور جب چاہے شامتِ اعمال کے سبب سلب کر لے۔ اِس پر آجکل کے نادان عیسائی تو یہ کہتے ہیں کہ اُن کا مطلب اِس فقرہ سے یہ تھا کہ تُو مجھے خدا یا خدا کا بیٹا کیوں نہیں کہتا۔ حالانکہ حضرت مسیحؑ نے بہت ہی لطیف بات کہی تھی جو انبیاء علیہم السلام کا خاصّہ ہے کہ حقیقی نیکی تو خدا تعالیٰ سے ہی آتی ہے، وہی اس کا چشمہ ہے اور وہیں سے وہ اُترتی ہے۔ مگر اِن نادانوں نے ایک عمدہ اور قابلِ قدر بات کو معیوب بنا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ ایک متکبّر ثابت کیا حالانکہ وہ ایک منکسر المزاج انسان تھا۔

پس میرے نزدیک تکبّر سے پاک ہونے کا یہی ایک عمدہ طریق ہے اور ممکن نہیں کہ اس سے بہتر کوئی اور طریق مل سکے، سوائے اِس کے کوئی انسان تکبّر سے پاک نہیں ہو سکتا وہ یہ کہ انسان کسی قسم کا تکبّر فخر علم، خاندان، مال وغیرہ کا نہ کرے، اپنے آپ کو کسی سے بڑا نہ جانے بلکہ دوسرے کو بہتر سمجھے، انہی اقسام کے تکبّر لوگوں میں ہوتے

ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو آنکھ عطا فرماتا ہے تو وہ دیکھ لیتا ہے کہ ہر ایک روشنی جو ان ظلمتوں کو دور کرتی ہے اور ان سے نجات دے سکتی ہے وہ آسمان سے ہی آتی ہے۔ پس انسان ہر وقت آسمانی روشنی کا محتاج ہے ظاہری ہو خواہ باطنی۔ دیکھو آنکھ بھی نہیں دیکھ سکتی جب تک سورج کی روشنی جو آسمان سے آتی ہے نہ آجاوے۔ اسی طرح باطنی روشنی جو ہر ایک قسم کی ظلمت کو دور کرتی ہے اور اس کی بجائے تقویٰ و طہارت کا نور پیدا کر دیتی ہے خدا تعالیٰ سے ہی آتی ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا تقویٰ، طہارت، ایمان، عبادت سب کچھ آسمان سے ہی آتے ہیں اور یہ محض خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے کہ وہ چاہے تو اپنے فضل سے ہدایت عطا فرماوے اور اس پر استقامت بخشے اور چاہے تو اُس کے اعمالِ بد کی سزا میں گمراہی میں رہنے دے۔ سچی معرفت اس کا نام ہے کہ انسان نفسانیت سے اپنے آپ کو مسلوب اور محض لاشئے سمجھے اور آستانہ الوہیت پہ گر کر انکسار اور عجز کے ساتھ خدا تعالیٰ سے نور اور فضل طلب کرے اور اُس نورِ معرفت کو مانگے جو جذباتِ نفس کو جلا دیتا ہے اور انسان کے اندر ایک روشنی اور نیکیوں کے لئے قوت اور حرارت پیدا کر دیتا ہے۔ جب وہ نور اللہ تعالیٰ کے محض فضل سے حاصل ہو جاوے اور کسی وقت کسی قسم کا بسط و شرح صدر اس کو حاصل ہو جاوے تو اس پر کسی قسم کا غرور اور ناز نہ کرے بلکہ اس کی انکساری اور فروتنی میں اور بھی ترقی ہو اور کوئی چیز اپنی طرف سے نہ سمجھے اور نہ اپنی طرف منسوب کرے کیونکہ جس قدر اپنے آپ کو لاشئے اور خالی محض سمجھے گا اسی قدر فیوض اور انوار و برکات اللہ تعالیٰ سے نزول فرمائیں گے جو اُس کو روشنی اور ایمانی قوت پہنچائیں گے۔ اگر انسان یہ طریق اختیار کرے گا تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس کی اخلاقی حالت عمدہ ہوتی جاوے گی۔ اپنے آپ کو کچھ سمجھنا اسی کا نام تکبّر ہے اور اسی کی وجہ سے انسان دوسرے بھائی کو حقیر و ذلیل اور اپنے سے کمتر سمجھتا ہے اور اس پر لعنت کرتا ہے۔ مَیں یہ سب باتیں بار بار اس لئے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جو اِس جماعت کو بنانا چاہا ہے تو اِس سے یہی غرض رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دُنیا سے مفقود ہو گئی تھی اور وہ حقیقی تقویٰ و طہارت جو اِس زمانہ میں پائے نہیں جاتے تھے دوبارہ اسے قائم کرے۔ عام طور پر تکبّر دنیا میں پھیلا ہوا ہے، علماء اپنے علم کی شیخی اور تکبّر میں گرفتار ہیں، فقراء کو دیکھو تو ان کی حالت اَور ہی قسم کی ہو رہی ہے، ان کو اصلاحِ نفس سے کوئی بھی غرض نہیں۔ جس قدر مجاہدے اور ریاضتیں ان لوگوں نے خود تجویز کئے ہوئے ہیں وہ سب گمراہی اور بدعات ہیں اور صرف لفظ ہی لفظ اور رسم ہی رسم ہیں، روحانیت کا نام و نشان ان میں نہیں۔ اِس لئے اُن کے مجاہدے اور ریاضتیں بھی کچھ اَور ہی قسم کے ہیں جیسے ذکر اَرّہ وغیرہ جن کا پتہ چشمۂ نبوت سے قطعاً نہیں چلتا۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ نفس کو پاک کرنے کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں اور نہ یہ اُن کے مصنوعی مجاہدے دل کو پاک کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حقیقی نورِ معرفت کا ان سے حاصل ہو سکتا ہے۔ پس یہ زمانہ اُس اصلی تقویٰ و طہارت سے اِس وقت

بالکل خالی پڑا تھا۔ طریقِ نبوی کو جو پاک ہونے کا ذریعہ تھا بالکل ترک کر دیا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ عہدِ نبوت اس زمانہ میں دوبارہ آوے اور وہی تقویٰ طہارت پھر قائم ہو جاوے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی غرض اس جماعت سے یہ ہے کہ گم شدہ معرفت کو دوبارہ دنیا میں اس جماعت کے ذریعے قائم کر دے پس تمہارا فرض ہے کہ حقیقی اصلاح کی طرف کامل اور انتھک کوشش کرو مگر وہ کوشش اسی طرح پہ ہو جس طرح پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنی خود ساختہ تدابیر کو ان میں دخل نہ دو۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۲۹ دسمبر ۱۹۰۴ء)

قارئین کرام سے گزارش

ذی استطاعت احباب کے پتے ہمیں بھجوائیے!

ماہنامہ انصار اللہ کے قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اپنی پہلی فرصت میں ذی استطاعت احباب کے مکمل پتے ہمیں ارسال فرمائیں۔

ہمیں یقین ہے کہ احباب اس امر میں بھی ہمارے ساتھ تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ

اطلاع

ماہنامہ "انصار اللہ" کا تازہ شمارہ خریدار اصحاب کے علاوہ بعض اور احباب کی خدمت میں بھی تحریک خریداری کے سلسلہ میں بطور نمونہ بھجوایا جا رہا ہے۔ ان سے گزارش ہے کہ ایسے اعلیٰ پایہ کے تربیتی رسالہ کی خریداری قبول فرماتے ہوئے اس کا سالانہ چندہ پانچ روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں تا انہیں وی پی کے زائد اخراجات نہ برداشت کرنا پڑیں۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء

مینیجر ماہنامہ "انصار اللہ"۔ ربوہ

عربی کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفاتِ حسنہ

يَا قَلْبِيَ اذْكُرْ اَحْمَدَا　　　عَيْنَ الْهُدٰى مُفْنِي الْعِدَا

اے میرے دل! احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر　　　جو ہدایت کے سرچشمہ اور دشمنوں کو فنا کرنیوالے ہیں

بَرًّا كَرِيْمًا مُّحْسِنًا　　　بَحْرَ الْعَطَايَا وَالْجَدَا

جو نیک ہیں، افضل ہیں اور محسن ہیں　　　اور بخششوں اور سخاوت کا سمندر ہیں

بَدْرٌ مُّنِيْرٌ زَاهِرٌ　　　فِيْ كُلِّ وَصْفٍ حُمِّدَا

چودھویں رات کے منور اور روشن چاند ہیں　　　اور ہر بات میں آپ کی تعریف کی گئی ہے

اِحْسَانُهٗ يُصْبِي الْقُلُوْبَ　　　وَحُسْنُهٗ يُرْوِي الصَّدَا

آپ کا احسان دلوں کو موہ لیتا ہے　　　اور آپ کا حُسن پیاس کو بجھاتا ہے

اَلظَّالِمُوْنَ بِظُلْمِهِمْ　　　قَدْ كَذَّبُوْهُ تَمَرُّدَا

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے سرکشی کرتے ہوئے آپ کی تکذیب کی

وَالْحَقُّ لَا يَسَعُ الْوَرٰى　　　اِنْكَارُهٗ لَمَّا بَدَا

اور حق ایسی چیز ہے کہ جب وہ ظاہر ہو تو مخلوق کے لئے اس کا انکار ممکن نہیں۔

اُطْلُبْ نَظِيْرَ كَمَالِهٖ　　　فَسَتَنْدَمَنَّ مُلَدَّدَا

اگر تو آپ کے کمال کی نظیر طلب کرے تو تو حیران و سرگرداں ہو کر نادم ہوگا

مَا اِنْ رَاَيْنَا مِثْلَهٗ　　　لِلنَّائِمِيْنَ مُسَهِّدَا

ہم نے آپ کی مانند سوتوں کو جگانے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔

نُوْرٌ مِّنَ اللّٰهِ الَّذِيْ　　　اَحْيَا الْعُلُوْمَ تَجَدُّدَا

آپ اللہ تعالےٰ کے وہ نور ہیں جس نے علوم کو نئے پیرایہ میں زندہ کیا

اَلْمُصْطَفٰى وَالْمُجْتَبٰى　　　وَالْمُقْتَدٰى وَالْمُجْتَدٰى

آپ مصطفیٰ ہیں مجتبیٰ ہیں　　　مقتدیٰ ہیں اور آپ سے بخشش طلب کی جاتی ہے

(کرامات الصادقین)

فارسی کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دینِ اسلام ہی سچا دین ہے

دینِ پاک ست ملّتِ اسلام — از خدائیکہ ہست علمش تام
پاک دین صرف اسلام کا دین ہے اور یہ اُس خدا کی طرف سے ہے جس کا علم کامل ہے

زیں کہ دیں از برائے آں باشد — کہ زباطل بحق کشاں باشد
چونکہ دین اس لئے ہوتا ہے کہ باطل کو چھڑا کر حق کی طرف کھینچ کر لے جائے

ویں صفت ہست خاصۂ فرقاں — ہر اصولش موثّق از بُرہاں!
تو یہ بات قرآن میں پائی جاتی ہے اور اُس کا ہر اصول دلیل سے ثابت ہے

با براہینِ روشن و تاباں — مے نماید رہِ خدائے یگاں
وہ روشن اور چمکدار دلائل کے ساتھ خدائے واحد کا راستہ دکھاتا ہے۔

اللہ اللہ چہ پاک دین است ایں — رحمتِ ربِّ عالمین ست ایں
اللہ اللہ یہ کیسا پاک مذہب ہے — یہ سراسر رب العالمین کی رحمت ہے

آفتابِ رہِ صواب است ایں — بخدا بہ ز آفتاب است ایں
یہ راہ راست کا سورج ہے۔ خدا کی قسم یہ سورج سے بھی بہتر ہے!

مے بر آرد ز جہل و تاریکی — سوئے انوارِ قرب و نزدیکی
جہالت اور اندھیرے سے نکال کر قرب و وصل کے انوار کی طرف لاتا ہے۔

مے نماید بہ طالباں رہِ راست — راستی موجبِ رضائے خداست
طالبوں کو راہِ راست دکھاتا ہے اور راستی خدا کی رضا کا موجب ہے۔

گر ترا ہست بیم آں دادار — بہ پذیر و ز خلق بیم مدار
اگر تجھے خدا کا خوف ہے تو مذہب اسلام کو قبول کر اور لوگوں سے مت ڈر!

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۳۰)

نمازِ باجماعت کی اہمیت

پچھلے شمارہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بعض ارشادات نماز باجماعت ادا کرنے کے متعلق شائع کئے گئے تھے۔ اب پھر نماز باجماعت کے متعلق حضور ایدہ اللہ کے ارشادات مندرجہ تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ سوم میں سے لیا ہوا اقتباس ذیل میں درج ہے جس میں حضور فرماتے ہیں "نماز باجماعت کی عادت ڈالو اور اپنے بچوں کو بھی اس کا پابند بناؤ۔ کیونکہ بچوں کے اخلاق اور عادات کی درستی اور اصلاح کے لئے میرے نزدیک سب سے زیادہ ضروری امر نماز باجماعت ہی ہے۔" پھر فرماتے ہیں "میں نے اپنے تجربہ میں نمازِ باجماعت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نیکی کے لئے ایسی موثر نہیں دیکھی۔ سب سے بڑھ کر نیکی کا اثر کرنے والی نماز باجماعت ہی ہے۔" (ادارہ)

"نماز روحانی جسم کی اصلاح کا ایک ذریعہ ہے۔ جس طرح ایک بیمار جسم محض یہ کہہ کر موت سے بچ نہیں سکتا کہ وہ بیمار ہے اور بیمار ہونے کی وجہ سے روٹی نہیں کھا سکتا اسی طرح ایک روحانی جسم بھی یہ کہہ کر موت سے بچ نہیں سکتا کہ وہ بیمار ہے اور نماز نہیں پڑھ سکتا۔ باوجود اس کے کہ ایک شخص بیمار ہے اور کھانا نہیں کھا سکتا مثلاً اس کے گلے میں ورم ہو گیا ہے، یا جبڑا جُڑ گیا ہے، یا معدہ غذا کو اپنے اندر رکھ نہیں سکتا، یا غذا کو انتڑیوں کی طرف دھکیل دیتا ہے، یا منہ کی طرف سے باہر پھینک دیتا ہے، یا کوئی رسولی پیدا ہو گئی ہے، یا سرطان ہو گیا ہے اور غذا معدہ میں ٹھہرتی نہیں بلکہ قے ہو جاتی ہے، یا غذا معدہ کے اندر جاتی نہیں یا انتڑیوں میں کوئی بیماری لاحق ہے اس لئے انتڑیوں میں غذا ٹھہرتی نہیں یا پچتی نہیں۔ پھر بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مریگا نہیں اس لئے کہ روٹی کے بغیر انسانی جسم بچ نہیں سکتا۔ اسی طرح باوجود اس کے کہ ایک شخص کسی عذر کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا وہ مرے گا۔ بعض لوگ عدم فراست کی وجہ سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ چونکہ وجہ جائز ہے اس لئے نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ حالانکہ ان کا یہ خیال درست نہیں۔ وجہ جائز ہو یا ناجائز نتیجہ ضرور نکلے گا۔ تم اپنے سر پر اپنی کمائی سے خریدا ہوا تیل لگاؤ یا چوری سے حاصل کیا ہوا تیل لگاؤ سر ضرور چکنا ہو گا۔ یہ نہیں کہ اپنی کمائی سے حاصل کردہ تیل سے سر چکنا ہو جاتا ہے اور چوری کے تیل سے سر سُوکھا رہ جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ اپنی کمائی سے حاصل کئے ہوئے کپڑے سے تمہارا جسم ڈھک جائے اور چوری کئے ہوئے کپڑے سے جسم نہ ڈھکے۔ کپڑا چاہے چوری کا ہو یا اپنی کمائی سے

خریدا ہوا اُس سے جسم ڈھک جائے گا۔ جیسے اپنی کمائی سے خریدے ہوئے کپڑے سے جسم ڈھک جاتا ہے اُسی طرح چوری سے حاصل کئے ہوئے کپڑے سے بھی جسم ڈھک جاتا ہے۔ نتیجے دونوں کے ایک سے ہوں گے۔ روٹی کا نہ کھانا تو انسان پھر بھی برداشت کر سکتا ہے مثلاً وہ خیال کر سکتا ہے کہ اگر وہ مر جائے گا تو کیا ہوگا، اُسے اگلے جہان میں تو زندگی مل جائے گی۔ یعنی اسے موت کے بعد اگلے جہان کی زندگی مل جاتی ہے لیکن روحانی موت کا کوئی قائم مقام نہیں۔ جسمانی موت کے متعلق تم کہہ دو گے کہ سارے لوگ مرتے ہیں ہمیں موت آجائے گی تو کیا ہوا اگلے جہان میں ہمیں زندگی مل جائے گی لیکن اگر تمہیں روحانی موت آجائے تو تم کیا کرو گے، روحانی موت کا تو کوئی قائم مقام نہیں۔

پس نماز باجماعت کی عادت ڈالو اور اپنے بچوں کو بھی اس کا پابند بناؤ۔ کیونکہ بچوں کے اخلاق اور عادات کی درستی اور اصلاح کے لئے میرے نزدیک سب سے زیادہ ضروری امر نماز باجماعت ہی ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں اتنے لوگوں سے ملنے اور مختلف حالات کی جانچ پڑتال کا موقعہ ملا ہے اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے میری طبیعت کو ایسا حساس بنایا ہے کہ سو سال کی عمر پانے والے بھی اپنی عمر کے تجربوں کے بعد دُنیا کی اونچ نیچ اور اچھے بُرے کو اتنا محسوس نہیں کر سکتے جتنا میں محسوس کرتا ہوں۔ اور میں نے اپنے تجربہ میں نماز باجماعت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نیکی کے لئے ایسی موثر نہیں دیکھی۔ سب سے بڑھ کر نیکی کا اثر کرنے والی نماز باجماعت ہی ہے۔ اگر میں اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کی پوری پوری تشریح نہ کر سکوں تو میں اپنا قصور سمجھوں گا ورنہ میرے نزدیک نماز باجماعت کا پابند اپنی بدیوں میں ترقی کرتے کرتے ابلیس سے بھی آگے نکل جائے پھر بھی اس کی اصلاح کا موقعہ ہاتھ سے نہیں گیا۔ ایک ثمہ بھر اور ایک رائی کے برابر بھی میرے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی شخص نماز باجماعت کا پابند ہو اور پھر اُس کی اصلاح کا کوئی موقعہ نہ رہے خواہ وہ کتنا ہی بدیوں میں مبتلا کیوں نہ ہو گیا ہو۔ نیکی کے متعلق نماز کے موثر ہونے کا مجھے اتنا کامل یقین ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بھی کہہ سکتا ہوں کہ نماز باجماعت کا پابند خواہ کتنا ہی بداعمال کیوں نہ ہو گیا ہو اس کی ضرور اصلاح ہو سکتی ہے اور وہ ضائع نہیں ہوتا اور میں شرح صدر سے کہہ سکتا ہوں کہ آخری وقت تک اس کے لئے اصلاح کا موقعہ ہے۔ مگر وہ نماز باجماعت کا پابند اس رنگ میں ہو کہ اس کو اس میں لذت اور سرور حاصل ہو۔"

خدا تعالیٰ ایک مقرّرہ وقت پر دُعا کو قبول کر لیتا ہے

انسان کو چاہیئے کہ قوی ایمان کے ساتھ اُسی پر بھروسہ رکھے

مسیح پاک علیہ السّلام کا ایک اَور گرانقدر مکتوب!

حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف مالیر کوٹلہ کے نام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات علوم و معارف کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں۔ اِن مکتوبات میں حضور علیہ السلام نے زندگی کی حقیقت، اس کی غرض و غایت، مصائب و مشکلات اور ابتلاؤں کی حکمت نیز اِن آسمانی امتحانوں میں حصولِ کامیابی کے طریق، تعلق باللہ اور توکل علی اللہ جیسے اہم مسائل پر نہایت مسحور کن انداز میں روشنی ڈالی ہے اور سچ بات یہ ہے کہ روشنی ہی نہیں ڈالی بلکہ حقائق و دقائق اور علوم و معارف کے دریا بہا دیے ہیں اور پھر اِن پیچیدہ اور بظاہر لاینحل مسائل کو اِس قدر آسان اور سہل طریق پر کم سے کم اور انتہائی مختصر الفاظ میں ذہن نشین کرایا ہے کہ انہیں پڑھ کر ایک قاری وجد آفریں اہتزاز کی کیفیت محسوس کئے بغیر نہیں رہتا۔ مزید برآں اِن خطوط سے خود حضور علیہ السلام کے بلند منصب اور عظمت و شان کا بھی پتہ چلتا ہے اور دل اِس یقین سے پُر ہو جاتا ہے کہ حضور بوجہ اپنے منصب کے تعلق باللہ اور محبت و قربِ الٰہی اور توکل علی اللہ کے نہایت بلند مقام پر فائز تھے اور حضورؑ کی ہر آن یہی کوشش تھی کہ آپ کے دعاوی کو قبول کرنے اور ایمان لانے کے بعد آپؑ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے والے بھی انہی اوصاف سے متصف ہو کر اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلی پیدا کریں۔

قبل ازیں ہم حضرت نواب صاحب مرحومؓ کے نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو نہایت گرانقدر اور قیمتی مکتوب شائع کر چکے ہیں جن میں حضورؑ نے فلسفۂ مصائب پر نہایت شرح و بسط سے روشنی ڈال کر واضح فرمایا تھا کہ مصائب و مشکلات سے نجات کی اصل اور حقیقی راہ کونسی ہے۔ ذیل میں حضرت نواب صاحب مرحومؓ کے نام حضورؑ کا ایک اور گرانقدر مکتوب ہدیۂ احباب کیا جا رہا ہے جس میں حضورؑ نے ابتلاؤں کی حقیقت پر ایک نئے انداز سے روشنی ڈالی ہے اور اس تعلق میں دعاؤں کی اہمیت کو نہایت شرح و بسط سے واضح فرمایا ہے۔ یہ مکتوب غالباً ۲۰ دسمبر ۱۹۰۴ء کا تحریر فرمودہ ہے۔ (حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو مکتوباتِ احمدیہ جلد ہفتم):-

حضور علیہ السلام کے مکتوبِ گرامی کا چربہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا [illegible]

بباعث کثرت مشاغل اور دوران سر کے اور دیگر عوارض

کے [illegible] سے قاصر رہا۔ ضعف بہت ہو رہا ہے لیکن [illegible]

وقت یعنی [illegible] اور [illegible] نماز پڑھتا ہوں [illegible]

خصوصیت سے [illegible] کا تذکرہ [illegible] کر اور بھی دعا

کی [illegible] اکثر [illegible] گیا ہے کہ پانچ وقت

نماز میں آپ کے لئے دعا [illegible] اور [illegible]

کہ یہ دعا [illegible] اللہ [illegible]

[illegible] اللہ اپنی قدرت [illegible]

[illegible] زندگی [illegible] زندگی [illegible]

خالی پیر اٹھ جاتی ہے اگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ لگ جاتا ہے
حوادث دہر کا تجربہ ہو جاتا ہے اور صبر کی دولت (ملتی ہے)

آج عجب طرفہ تماشا ہے اگر انسان کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ہو
تو اس کیلئے یہی احساس کافی ہوتا ہے کہ وہ خدا کے حضور بلایا گیا
دوسرا گروہ کہتا ہے قدرت رکھتا ہے مگر خیال ہے اگر وہ
تلخ زندگی جیسے قدم قدم پر خارستان مصائب و حوادث
و مشکلات سے لبا لب ہو جاتا ہے تو انسان
خود کشی کا ارادہ کر لیتا ہے۔ دل میں نفرت ہے کہ اگر میں
اس سے بچ رہتا تو بہتر تھا۔ مگر درحقیقت تو یہ
زندگی کے حق ہی سمجھتا ہے اور اسکی دشمنی سے بچا اور
کامل ایمان حاصل کر لیتا ہے۔ دیکھو ایک بچے کی طرح

جانتی کہ جب اسکے سب امور نظم اور رہنمائی حاصل ہو جاتا ہے
تو انہیں عنایت صبر و استقلال سے کہا کہ میں بھوکا آیا اور
ننگا ہی جاؤں گا۔ پس اگر ہم انگشت نمائی نہ ہوں
اور ساتھ حواریوں کو بھلا دیتا ہے مگر خدا کا احسان

[illegible] اگر انسان ابتداء کے وقت خدا تعالیٰ کا

دامن نہ چھوڑے [illegible] تو وہ اسکی راہنمائی کرتا ہے

خدا تعالیٰ کی ذات حقیقت میں موجود ہے اور حقیقت میں

دنیا [illegible] وقت یہ دعا [illegible] ہے اور [illegible]

[illegible] راہنمائی [illegible] ایمان [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

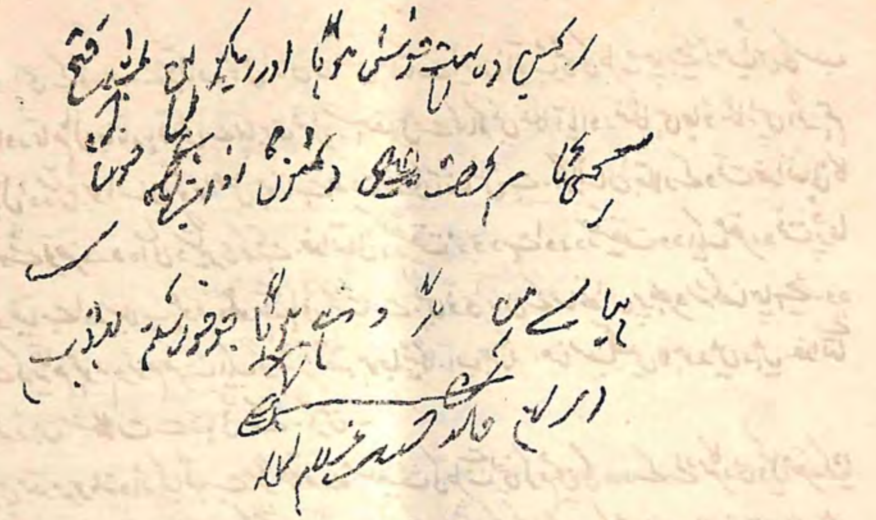
[illegible] اصل [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]



مکتوبِ گرامی کی عبارت :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ خاکسار بباعث کثرتِ پیشاب اور دورانِ سر اور دوسرے عوارض کے خط لکھنے سے قاصر رہا۔ ضعف بہت ہو رہا ہے یہاں تک کہ بجز دو وقتوں یعنی ظہر اور عصر کے گھر میں نماز پڑھتا ہوں۔ آپ کے خط میں جس قدر تردّدات کا تذکرہ تھا پڑھ کر اور بھی دعا کے لئے جوش پیدا ہوا۔ میں نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ پنج وقت نمازمیں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور میں یقینِ دل سے جانتا ہوں کہ یہ دعائیں بے کار نہیں جائیں گی۔ ابتلاؤں سے کوئی انسان خالی نہیں ہوتا۔ اپنی اپنی قدر کے موافق ابتلا ضرور آتے ہیں اور وہ زندگی بالکل طفلانہ زندگی ہے جو ابتلاؤں سے خالی ہو۔ ابتلاؤں سے آخر خدا تعالیٰ کا پتہ لگ جاتا ہے، حوادثِ دہر کا تجربہ ہو جاتا ہے، اور صبر کے ذریعہ سے اجرِ عظیم ملتا ہے۔ اگر انسان کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ہے تو اس پر بھی ایمان ضرور ہوتا ہے کہ وہ قادر خدا بلاؤں کے دور کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ میرے خیال میں اگرچہ وہ تلخ زندگی جس کے قدم قدم میں خارستانِ مصائب و حوادث و مشکلات ہے بسا اوقات ایسی گراں گزرتی ہے کہ انسان خودکشی کا ارادہ کرتا ہے یا دل میں کہتا ہے کہ اگر میں اس سے پہلے مر جاتا تو بہتر تھا، مگر درحقیقت وہی زندگی خدا نما

ہوتی ہے اور اسی کے ذریعہ سے سچا اور کامل ایمان حاصل ہوتا ہے۔ ایمان ایوبؑ نبی کی طرح چاہیئے کہ جب اُس کی سب اولاد مر گئی اور تمام مال جاتا رہا تو اُس نے نہایت صبر و استقلال سے کہا کہ میں ننگا آیا اور ننگا ہی جاؤنگا۔ پس اگر ہم دیکھیں تو یہ مال اور متاع جو انسان کو حاصل ہوتا ہے صرف خدا کی آزمائش ہے۔ اگر انسان ابتلاء کے وقت خدا تعالیٰ کا دامن نہ چھوڑے تو ضرور وہ اسکی دستگیری کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ در حقیقت موجود ہے اور در حقیقت وہ ایک مقررہ وقت پر دُعا کو قبول کر لیتا ہے اور سیلابِ ہموم و غموم سے رہائی بخشتا ہے۔ پس قوی ایمان کے ساتھ اس پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ وہ دن آتا ہے کہ یہ تمام ہموم و غموم صرف ایک گذشتہ قصہ ہو جائیگا۔ آپ جب تک مناسب سمجھیں لاہور میں رہیں۔ خدا تعالےٰ آپ کو جلد تر ان مشکلات سے رہائی بخشے۔ آمین۔

اپیل مقدمہ جرمانہ دائر کیا گیا ہے مگر حکام نے مستغیث کی طرف سے یعنی کرم دین کی مدد کے لئے سرکاری وکیل مقرر کر دیا ہے۔ اب بھی اپیل میں ہمارے لئے بظاہر ایک مشکل کا سامنا ہے کیونکہ دشمن کو وکیل کرنے کی بھی ضرورت نہ رہی، اس میں وہ بہت خوش ہوگا اور اس کو بھی اپنی فتح سمجھے گا۔ ہر طرف دشمنوں کا زور ہے۔ خون کے پیاسے ہیں۔ مگر وہی ہوگا جو خواستہ ایزدی ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ

علاوہ اِس امر کے کہ اِس والانامہ میں حضورؑ نے ابتلاؤں کی اہمیت کو نہایت لطیف پیرائے میں واضح فرمایا ہے اور ہموم و غموم سے نجات کے لئے دُعا کرنے میں صبر و استقلال سے کام لینے پر خاص زور دیا ہے، اِس خط سے حضورؑ کے بلند مقام اور عظمت و شان پر بھی کچھ کم روشنی نہیں پڑتی۔ ہر چند کہ مختلف عوارض لاحق ہیں اور مخالفین کی ایذا رسانیاں اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں لیکن اپنے بھیجنے والے کی ذات پر توکّل کا یہ عالم ہے کہ اِن سب باتوں سے قطعاً ہراساں نہیں ہوتے بلکہ پختہ یقین کیساتھ فرماتے ہیں وہی ہوگا جو خواستہ ایزدی ہے یعنی سب مشکلات دُور ہو جائیں گی اور میرا خدا بالآخر مجھے ہی کامیاب کریگا۔ پھر باوجود مشکلات و مصائب اور متعدد عوارض کے اپنے محبّوں اور دلی دوستوں کی غمخواری اِس کمال کو پہنچی ہوئی ہے کہ اُن کے دُکھ درد اور ہموم و غموم کے دُور ہونے کے لئے پنج وقتہ نمازوں کے دَوران خصوصی دُعاؤں کے التزام میں ذرا فرق نہیں آتا اور پھر ان دُعاؤں کی قبولیت پر اتنا پختہ یقین حاصل ہے کہ فرماتے ہیں مَیں یقین دل سے جانتا ہوں کہ یہ دُعائیں بیکار نہیں جائیں گی۔ یہی نہیں بلکہ بشارت دیتے ہیں کہ یہ سب ہموم و غموم ایک قصۂ پارینہ بن جائیں گے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ اللہ اللہ! قربِ الٰہی اور توکّل علی اللہ کا کیسا ارفع و اعلیٰ مقام ہے جس تک حضورؑ کو رسائی حاصل تھی اور کیا ہی خوش نصیب تھے حضورؑ کے وہ اصحاب جنہیں براہِ راست اِس چشمۂ فیض سے سیراب ہونے اور اپنی روحانی تشنگی بجھانے کا انمول موقع بتوفیقِ الٰہی مرحمت ہوا۔ یہ چشمۂ فیض حضورؑ کی بیش بہا تصانیف اور ملفوظات کی شکل میں آج بھی جاری ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اِس چشمۂ فیض سے پورے طور پر سیراب ہونے اور روحانی ترقیات کے اعلیٰ مدارج حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ٭

دو اقتداری پیشگوئیاں

سابقہ مضمون کی مزید وضاحت

(حضرت مولوی محمد دین صاحب ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

جون ۱۹۶۱ء کے شمارہ میں حضرت مولوی محمد دین صاحب کا ایک مضمون بعنوان "دو اقتداری پیشگوئیاں" شائع ہوا تھا۔ اس میں آپ نے پنڈت لیکھرام اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کے انجام سے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں اور ان کے ہیتم بالشان ظہور پر روشنی ڈال کر واضح فرمایا تھا کہ یہ دونوں پیشگوئیاں دنیا پر پورے جاہ و جلال کے ساتھ اس زندہ و تابندہ حقیقت کو آشکار کرنے کا موجب ہوئیں کہ اللہ تعالےٰ کو تمام قدرتیں اور طاقتیں حاصل ہیں، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو صاحبِ قدرت و اقتدار اور صاحبِ تصرف ہو۔ ذیل کا مضمون آپ نے اسی مضمون کے تسلسل میں مزید وضاحت کے طور پر رقم فرمایا ہے ——— (ادارہ)

(۱)

بعض دوستوں نے میرے سابقہ مضمون کی وضاحت چاہی ہے اور لیکھرام والی پیشگوئی کے ضمن میں توجہ دلائی ہے کہ جب حسب پیشگوئی لیکھرام کے قتل کا واقعہ رونما ہوا تو اُس وقت کے اخبارات میں اِس قسم کی باتیں شائع ہوئی تھیں کہ بریلی کی طرف کا ایک کالا سیاہ موٹے جسم کا آدمی پنڈت لیکھرام کے پاس اکثر آیا کرتا تھا اور آریہ بننے کا خیال ظاہر کرتا تھا۔ پنڈت صاحب کے دوست اکثر اُسے شک کی نظر سے دیکھتے تھے اور انہیں متنبہ کرتے تھے کہ یہ خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے اس سے اجتناب ہی بہتر ہے۔ علاوہ ازیں اسی نوعیت کی بعض اور افواہیں بھی عوام میں عرصہ تک پھیلی رہیں مثلاً یہ کہ پنڈت لیکھرام کسی اندرونی اختلاف کا شکار ہوئے ہیں یا یہ کہ بعض اہلِ محلہ پنڈت صاحب سے کسی وجہ سے ناراض تھے اور اُن کی ناراضگی ہی بالآخر اُن کے قتل پر منتج ہوئی۔

بہرحال واقعہ کچھ ہی ہو اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک ایسا امر جس کے بارہ میں پانچ سال قبل پوری تحدی کے ساتھ پیشگوئی کی گئی تھی اُس کا اِس قدر ہیبت ناک طریق پر پورا ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اِس میں خدا تعالیٰ کا قدرت اور جلال کا ہاتھ صاف کام کرتا دکھائی دیتا ہے اور اِس امر کی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتا کہ کوئی اسے محض ایک اتفاقی حادثہ قرار دیکر اس کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرے۔ دنیا میں جو الٰہی تقدیریں

ظہور میں آتی ہیں وہ اکثر و بیشتر مادی اسباب کے ذریعے ہی ظہور میں آتی ہیں۔ خواہ یہ اسباب کسی حادثہ کی صورت اختیار کریں یا خاص قسم کی بیماری کے روپ میں ظاہر ہوں یا انسانی ہاتھوں کے ذریعہ ان کا ظہور عمل میں آئے بہرحال الٰہی تقدیر وں کا ظہور اکثر و بیشتر اسباب و عوامل کی کار فرمائی سے مبرا نہیں ہوتا لیکن اپنی نوعیت کے اعتبار سے ہوتا ہے غیر معمولی اور خارق عادت۔ پھر پنڈت لیکھرام نے تو اس امر کی وضاحت کرالی تھی کہ اگر وہ کسی معمولی ذریعہ سے فات پا جائیں تو ایسی وفات پیشگوئی کے پورا ہونے پر دال نہ ہوگی، ضروری ہوگا کہ غیبی ہاتھ غیر معمولی طور پر اپنا اثر دکھلائے۔ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ اگر فرشتے بھی دنیا میں کسی کام کے سرانجام دینے کے لئے مامور کئے جائیں تو اُن کو بھی انسانوں کے لباس میں ہی کام کرنا پڑتا ہے سو اگر اُس بدلی کے رہنے والے آدمی کے ہاتھوں ہی یہ کام ہوا تو بھی نہایت درجہ ہیبت ناک صورت میں اس کا واقعہ ہونا صاف بتلاتا ہے کہ یہ ایک آسمانی تقدیر تھی جو انسانی بھیس میں کام کر رہی تھی۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دن دہاڑے بڑے آباد محلہ یعنی وچھو والی میں یہ قتل ہوتا ہے۔ دھب دھب کسی کے سیڑھیوں سے اُترنے کی آواز بھی آتی ہے پھر بھی پتہ نہیں چلتا کہ قاتل کہاں گم ہو گیا آسمان پر چلا گیا یا زمین میں دھنس گیا۔ کچھ بھی ہوا۔ بہرحال ع

بر زمیں او دست ہیبت ہا کشود

اس واقعہ سے پوری آریہ قوم پر جو ہیبت طاری ہوئی اُس کا اندازہ اُس زمانے کے اخبارات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ خود لیکھرام کا یہ حال تھا کہ قاتل نے ایک ہی وار میں اس کی تمام انتڑیاں کاٹ دی تھیں اور وہ سب باہر نکل آئی تھیں۔ اُس زمانے کا مشہور انگریز سرجن جس کا نام غالباً Caleb تھا آپریشن کر رہا تھا اور اس کے معاون ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم تھے۔ چونکہ آپریشن بہت نازک تھا اس لئے انگریز سرجن جلدی جلدی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو مخاطب کر کے کہتا مرزا صاحب فلاں چیز چاہیئے جلدی دیں۔ کبھی کہتا مرزا صاحب یہ کرو، مرزا صاحب وہ کرو وغیرہ۔ ہر بار مرزا صاحب کے لفظ پر لیکھرام یکدم چونک پڑتا اور گھبرا کر آنکھیں کھول دیتا، بڑے خوف کی حالت میں آنکھیں گھما کر دیکھتا اور پھر بند کر لیتا۔ بار بار ایسا ہی ہوتا رہا۔ "مرزا صاحب" کے الفاظ جونہی اس کے کان میں پڑتے وہ یکدم گھبرا کر آنکھیں کھول دیتا اور پھر خوف زدہ حالت میں انہیں بند کر لیتا۔ الغرض اُس وقت اُس پر بہت زیادہ ہیبت طاری تھی۔

اس ضمن میں اپنا ایک کشف بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا کہ ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا وہ انسان نہیں ملائک شداد و غلاظ میں سے ہے میرے سامنے آکھڑا ہوا اُس نے مجھ سے پوچھا لیکھرام کہاں ہے؟ اسکے بعد ایک اور شخص کا نام لیا اور کہا وہ کہاں ہے؟ لیکن مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا ——— اس میں در اصل اس طرف اشارہ تھا کہ بعد میں ایک اور شخص اُٹھ کھڑا ہوگا اور لیکھرام کے کام کو جاری رکھنے کا بیڑا اُٹھائیگا اور اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو لیکھرام کے لئے مقدر تھا۔ چنانچہ ایک عرصہ دراز کے بعد ایسا ہی ہوا ایک اور شخص میدان میں نکلا، اُس نے لیکھرام کا چولہ پہن کر اور پوری طرح اُس کے رنگ میں رنگین ہو کر لیکھرام کے کام کی تکمیل کے لئے شدھی کی تحریک جاری کی اور ہندوستان کے ایک

پاکبازوں کا شیوہ ـــ راست گوئی

(مکرم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

(۱)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سابقہ بے داغ زندگی کو اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرمایا فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ (یونس ع ۲) میں نبوت کے دعویٰ سے قبل تمہارے درمیان ایک لمبا عرصہ گزار چکا ہوں اس عرصہ کے دوران کبھی تم نے مجھے جھوٹ بولتے سنا؟ پھر اگر میں نے اپنی عمر کے چالیس سالوں میں کبھی معمولی سے معمولی بھی جھوٹ نہیں بولا تو یکدم خدا کے خلاف اتنا بڑا جھوٹ کیسے بول سکتا ہوں۔ یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ کوئی شخص جس نے کبھی بھی جھوٹ نہ بولا ہو یکدم اتنا بڑا جھوٹ بولنے کی جرأت کرے۔ ایک ڈاکو ابتدا میں چھوٹی چھوٹی چوریوں کا مرتکب ہوتا ہے بڑھتے بڑھتے ڈاکہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک پارسا انسان جو کبھی ایک پیسہ تک کی چوری کا مرتکب نہ ہوا ہو یکدم ڈاکو بن جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہاڑی پر مکہ کے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا دیکھو تمہیں سامنے یہ میدان بالکل خالی نظر آتا ہے لیکن اگر میں تم سے کہوں کہ یہ میدان خالی نہیں بلکہ یہاں دشمن کا ایک عظیم لشکر تم پر حملہ کرنے کے لئے تیار کھڑا ہے تو کیا تم مان لوگے؟ انہوں نے کہا ہم سمجھیں گے کہ ہماری آنکھیں دھوکا دے رہی ہیں جو ہمیں اس میدان میں کوئی لشکر نظر نہیں آتا مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت سے قبل آپؐ کے دوست اور دشمن سبھی آپ کی حق گوئی اور راست گفتاری کے قائل تھے چنانچہ ابو لہب اور دیگر کفار آپؐ کے متعلق یہی کہتے کہ:۔

مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا۔ (بخاری)

ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ مگر جونہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا اور فرمایا کہ:۔

إِنِّي نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ

مجھے خدا نے تمہارے لئے نذیر بنا کے بھیجا ہے ان لوگوں نے جو آپ کو صدوق امین کہا کرتے تھے اور جو کہتے کہ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا انہوں نے ہی یہ کہنا شروع کر دیا کہ تو تو نہایت دروغگو انسان ہے۔

قَالَ الْكَافِرُوْنَ هٰذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ (صٓ ع)

(۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی راست گفتاری کو اپنی صداقت کیلئے بطور دلیل پیش کیا اور اپنے مخالفین کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا:-

"تم کوئی عیب، افترا یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میرے سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے ابتدا سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا۔ اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین صـ۶۲)

حضور علیہ السلام کی راست گفتاری اور صداقت شعاری کے اس زمانہ میں موافق و مخالف سبھی قائل تھے چنانچہ مشہور مخالف احمدیت مولانا ظفر علی خاں کے والد ماجد مولوی سراج الدین احمد صاحب نے جو اخبار "زمیندار" کے بانی تھے اپنے اخبار میں حضور علیہ السلام کے متعلق لکھا:-

"مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۶۰ء یا ۱۸۶۱ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے....اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔" (زمیندار مئی ۱۹۰۸ء)

اور حضور علیہ السلام کی وفات پر "وکیل" اخبار کے ایڈیٹر نے ایک مقالہ میں لکھا:-

"کیرکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے کیا بلحاظ اخلاق و عادات .... اور کیا بلحاظ خدمات و حمایتِ دین، مسلمانانِ ہند میں انکو ممتاز و برگزیدہ اور قابلِ رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔" ("وکیل" ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء)

نیز رسالہ "تہذیب نسواں" کے ایڈیٹر نے لکھا:-

"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دل کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم، بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔"

اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضور علیہ السلام کی تصنیف لطیف "براہین احمدیہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:-

"اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ۶)

(۳)

مگر جب حضور علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کے بعد شدید معاندانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے انہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضور کے نام ایک

مکتوب میں لکھا :-

"عقائد باطلہ مخالفہ دین اسلام و ادیان سابقہ کے علاوہ جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا ایک جزو ہے۔ زمانہ تالیف براہین احمدیہ سے پہلے آپ کی سوانح عمری کا ہیں تفصیلی علم نہیں رکھتا مگر زمانہ تالیف براہین احمدیہ سے جو جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا آپ نے اختیار کیا ہے ..... اس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں ..... آپ کا یہی حال رہا ہوگا۔" (مکتوب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مندرجہ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱۲-۲۱۳)

تو حضور علیہ السلام نے اُن کے اِس بیان کو چیلنج کرتے ہوئے اُن کے جواب میں فرمایا :-

"اے نیکبخت! اوّل ثابت تو کیا ہو کہ فلاں فلاں شخص کے روبرو اِس عاجز نے کبھی جھوٹ بولا تھا۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۰۵)

نیز مولوی صاحب موصوف ہی کو مخاطب کرتے ہوئے تحدّی سے فرمایا :-

"جو شخص ابتلاء کے وقت صادق نکلتا ہے اور سچ کو نہیں چھوڑتا اسکے صدق پر مُہر لگ جاتی ہے۔ اگر یہ مُہر آپکے پاس ہے تو پیش کریں ورنہ خدا تعالیٰ سے ڈریں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کی پردہ دری کرے۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۰۱)

چنانچہ حضور علیہ السلام نے اپنی راست گفتاری کے لئے بطور ثبوت بعض ایسے ابتلاؤں کا ذکر فرمایا ہے جن میں آپ کی جگہ کوئی اَور انسان ہوتا جو مامور من اللہ اور خدا کا برگزیدہ نہ ہوتا تو یقیناً جھوٹ بول جاتا۔ حضور فرماتے ہیں :-

"ایک اَور بات بھی ذریعہ آزمائش صادقین ہوجاتی ہے، جس کو خدا تعالیٰ آپ ہی پیدا کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کبھی انسان ایسی بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اسوقت بجز کذب کے اَور کوئی حیلہ رہائی اور کامیابی کا اُس کو نظر نہیں آتا۔ تب اُس وقت وہ آزمایا جاتا ہے کہ آیا اس کی سرشت میں صدق ہے یا کذب۔ اور آیا اس نازک وقت میں اُس کی زبان پر صدق جاری ہوتا ہے یا اپنی جان اور آبرو اور مال کا اندیشہ کر کے جھوٹ بولنے لگتا ہے۔ اِس قسم کے نمونے اِس عاجز کو کئی دفعہ پیش آئے ہیں جن کا مفصل بیان کرنا موجب تطویل ہے تاہم تین نمونے اِس غرض سے پیش کرتا ہوں کہ اگر ان کے برابر بھی آپ (مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ ناقل) کو کبھی آزمائش صدق کے مواقع پیش آئے ہیں تو آپ کو اللہ جلشانہ کی قسم ہے کہ آپ ان کو مع ثبوت کے ان کے ضرور شائع کریں تا معلوم ہو کہ آپ کا صرف دعویٰ نہیں بلکہ امتحان اور بلا کے شکنجہ میں بھی آکر آپ نے صدق نہیں توڑا ..... ازانجملہ ایک یہ واقعہ ہے کہ تخمیناً پندرہ یا سولہ سال کا عرصہ گزرا ہوگا یا شاید اس سے کچھ زیادہ ہو کہ اِس عاجز نے اسلام کی تائید میں آریوں کے مقابل پر ایک عیسائی کے مطبع میں جس کا نام رلیارام تھا اور وہ وکیل بھی تھا اور امرتسر میں رہتا تھا اور اس کا ایک اخبار بھی نکلتا تھا ایک مضمون بغرض طبع ہونے کے ایک پیکٹ کی صورت میں جس کی دونوں طرفیں کھُلی تھیں بھیجا اور اُس پیکٹ میں ایک خط بھی رکھ دیا۔ چونکہ خط میں ایسے الفاظ تھے جن میں اسلام کی تائید اور دوسرے مذاہب کے بطلان کی طرف اشارہ

تھا اور مضمون کے جواب دینے کے لئے تاکید بھی تھی اس لئے وہ عیسائی مخالفت، مذہب کی وجہ سے افروختہ ہوا اور اتفاقاً اس کو دشمنانہ حملہ کے لئے یہ موقع ملا کہ کسی علیحدہ خط کا پیکٹ میں رکھنا قانوناً ایک جرم تھا جس کی اس عاجز کو کچھ بھی اطلاع نہ تھی۔ اور ایسے جرم کی سزا میں قوانینِ ڈاک کی رُو سے پانسو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ تک قید ہے۔ سو اُس نے مخبر بن کر افسرانِ ڈاک سے اس عاجز پر مقدمہ دائر کرا دیا۔ اور قبل اسکے جو مجھے اس مقدمہ کی کچھ اطلاع ہو رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ رلیا رام وکیل نے ایک سانپ میرے کاٹنے کیلئے مجھ کو بھیجا ہے اور مَیں نے اسے مچھلی کی طرح تل کر واپس بھیج دیا ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آخر وہ مقدمہ جس طرز سے عدالت میں فیصلہ پایا وہ ایک ایسی نظیر ہے جو وکیلوں کے کام آسکتی ہے۔ غرض مَیں اس جرم میں صدر ضلع گورداسپور میں طلب کیا گیا۔ اور جن جن وکلاء سے مقدمہ کیلئے مشورہ لیا گیا انہوں نے یہی مشورہ دیا کہ بجز دروغگوئی کے اور کوئی راہ نہیں اور یہ صلاح دی کہ اس طرح اظہار دیدو کہ ہم نے پیکٹ میں خط نہیں ڈالا رلیا رام نے خود ڈال دیا ہوگا اور نیز بطور تسلّی دہی کے کہا کہ ایسا بیان کرنے سے شہادت پر فیصلہ ہوجائے گا اور دو چار جھوٹے گواہ دیکر بریّت ہوجائے گی ورنہ صورتِ مقدمہ سخت مشکل ہے اور کوئی طریق رہائی نہیں۔ مگر مَیں نے ان سب کو جواب دیدیا کہ مَیں کسی حالت میں راستی کو چھوڑنا نہیں چاہتا جو ہوگا سو ہوگا۔ تب اُسی دن یا دوسرے دن مجھے ایک انگریز کی عدالت میں پیش کیا گیا اور میرے مقابل پر ڈاکخانجات کا افسر بحیثیت سرکاری مدعی ہونے کے حاضر ہوا۔ اُس وقت حاکم عدالت نے اپنے ہاتھ سے میرا اظہار لکھا اور سب سے پہلے مجھ سے یہی سوال کیا کہ یہ خط تم نے اپنے ایک پیکٹ میں رکھ دیا تھا اور یہ خط اور یہ پیکٹ تمہارا ہے۔ تب مَیں نے بلا توقف جواب دیا کہ یہ میرا ہی خط اور میرا ہی پیکٹ ہے اور مَیں نے اِس خط کو پیکٹ کے اندر رکھ کر روانہ کیا تھا، مگر مَیں نے گورنمنٹ کی نقصان رسانی محصول کے لئے بدنیّتی سے یہ کام نہیں کیا بلکہ مَیں نے اِس خط کو اس مضمون سے کچھ علیحدہ نہیں سمجھا اور نہ اس میں کوئی نج کی بات تھی۔ اِس بات کو سُنتے ہی خدا تعالیٰ نے اُس انگریز کے دل کو میری طرف پھیر دیا اور میرے مقابل پر افسر ڈاکخانجات نے بہت شور مچایا اور لمبی لمبی تقریریں انگریزی میں کیں جنکو مَیں نہیں سمجھتا تھا مگر اس قدر سمجھتا تھا کہ ہر یک تقریر کے بعد زبان انگریزی میں وہ حاکم نو نو کرکے اُس کی سب باتوں کو رد کر دیتا تھا۔ انجام کار جب وہ افسر مدّعی اپنے تمام وجوہ پیش کر چکا اور اپنے تمام بخارات نکال چکا تو حاکم نے فیصلہ لکھنے کی طرف توجہ کی اور شاید سطر یا ڈیڑھ سطر لکھ کر مجھ کو کہا کہ اچھا آپ کے لئے رخصت۔ یہ سُن کر مَیں عدالت کے کمرہ سے باہر ہوا اور اپنے محسنِ حقیقی کا شکر بجا لایا جس نے ایک افسر انگریز کے مقابل پر مجھ کو ہی فتح بخشی! اور مَیں خوب جانتا ہوں کہ اُس وقت صدق کی برکت سے خدا تعالیٰ نے اُس بلا سے مجھ کو نجات دی۔ مَیں نے اس سے پہلے یہ خواب بھی دیکھی تھی کہ ایک شخص نے میری ٹوپی اُتارنے کے لئے ہاتھ مارا مَیں نے کہا کیا کرنے لگا ہے۔

تب اُس نے ٹوپی کو میرے سر پر ہی رہنے دیا اور کہا کہ خیر ہے، خیر ہے۔

از انجملہ ایک نمونہ یہ ہے کہ میرے بیٹے سلطان احمد نے ایک ہندو پر بدین بنیاد نالش کی کہ اُس نے ہماری زمین پر مکان بنالیا ہے اور مسماری مکان کا دعویٰ تھا اور ترتیب مقدمہ میں ایک امر خلاف واقعہ تھا جس کے ثبوت سے وہ مقدمہ ڈسمس ہونیکے لائق ٹھہرتا تھا اور مقدمہ کے ڈسمس ہونیکی حالت میں نہ صرف سلطان احمد کو بلکہ مجھ کو بھی نقصان تلف ملکیت اٹھانا پڑتا تھا تب فریق مخالف نے موقع پاکر میری گواہی لکھادی اور میں بٹالہ میں گیا اور بابو فتح الدین سب پوسٹماسٹر کے مکان پر جو تحصیل بٹالہ کے پاس ہے جا ٹھہرا اور مقدمہ ایک ہندو منصف کے پاس تھا ... اُسوقت سلطان احمد کا وکیل میرے پاس آیا کہ اب وقت پیشی مقدمہ ہے آپ کیا اظہار دینگے۔ میں نے کہا کہ وہ اظہار دونگا جو واقعی امر اور سچ ہے۔ تب اس نے کہا کہ پھر آپکے کچہری جانیکی کیا ضرورت ہے میں جاتا ہوں تاکہ مقدمہ سے دستبردار ہو جاؤں۔ سو وہ مقدمہ میں نے اپنے ہاتھوں سے محض رعایت صدق کی وجہ سے آپ خراب کیا اور راست گوئی کو اِبْتِغَاءً لِمَرْضَاتِ اللّٰہِ مقدم رکھ کر مالی نقصان کو ہیچ سمجھا۔" (آئینہ کمالات اسلام ص۲۹۶ تا ۳۰۰)

اِن واقعات کے ذکر کے بعد حضور علیہ السلام نے مولوی محمد حسین صاحب سے پھر فرمایا:۔

"اپنے التزام صدق کی جو میں نے نظیریں پیش کی ہیں ان کے مقابل پر بھلا کوئی نظیر تو پیش کرو تا آپ کا مُنہ اس لائق ٹھہرے کہ آپ اس شخص کی نکتہ چینی کرسکو جو سخت امتحان کے وقت صادق نکلا اور صدق کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔" (آئینہ کمالات اسلام ص۳۰۵)

(۴)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تتبع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس زمانہ میں ہمارے سامنے حق گوئی اور صداقت شعاری کا جو نہایت اعلیٰ وارفع معیار قائم فرمایا ہے وہ فی زمانہ عدیم النظیر ہے۔ اکثر پڑھے لکھے سمجھ بوجھ والے انسان حتّٰی کہ علم وفضل کے دعویدار بھی بالعموم ذاتی مفاد کو صدق گوئی اور سچائی پر ترجیح دیتے ہوئے جھوٹ بول جاتے ہیں اور اسکی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے مگر حضور علیہ السلام نے کبھی سچائی کے مقابل ذاتی فائدے، عزت و آبرو اور جانی و مالی نقصان کی پرواہ نہیں کی جیسا کہ مندرجہ بالا مثالوں سے واضح ہے۔

جماعت احمدیہ حقانیت، صداقت اور سچائی کی علمبردار ہے جسے اپنے ہر قول و فعل میں اسی حق گوئی اور صداقت شعاری کو اپنانا اور اس کے ارفع معیار کو ہمیشہ قائم رکھنا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"سچ کہو اور جھوٹ نہ بولو۔" (پیغام صلح ص۷)

اِس لئے ہم میں سے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ حضورؑ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کبھی بھی حق گوئی کے طریق کو نہ چھوڑے یہاں تک کہ سچائی جماعت احمدیہ کی نمایاں خصوصیت اور مابہ الامتیاز بن جائے اور واقعات و شواہد کی روشنی میں موافق و مخالف سبھی اِس امر کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں کہ دیانت و امانت اور صداقت شعاری کا جو بلند معیار جماعت احمدیہ کے افراد میں پایا جاتا ہے اسکی نظیر فی زمانہ دنیا میں ناپید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

اسلام کا اوّلین دار التبلیغ

(از مکرم جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی۔ لاہور)

(اسلام کے اولین دار التبلیغ دو تھے۔ مکہ میں دار ارقم اور مدینہ میں مسجد نبوی۔ اس مضمون میں مدینہ کے دار التبلیغ کی کچھ کیفیت بیان کی جاتی ہے۔)

حضرت خاتم النبیین، افضل الرسل، خیر البشر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور مطہر زندگی کا حقیقی اور اصلی مقصد اعلائے کلمۃ الحق اور اشاعتِ دین اسلام تھا۔ اور حضور علیہ السلام نے اس مقدس فرض کی انجام دہی میں اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کر رکھا تھا۔ چنانچہ جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ میں رہے برابر نہایت تندہی، نہایت جانکاہی اور پوری مستعدی کے ساتھ یہ فرض انجام دیتے رہے۔ لیکن جب تاریکی کے فرزندوں نے حضورؐ کا وہاں رہنا ناممکن بنا دیا تو آپؐ نہایت مجبور ہو کر مکہ سے نکلے اور مدینہ پہنچ گئے۔

توحید کی دعوت اور حق کی اشاعت کی جو تڑپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک قلب میں مکہ میں تھی وہی پورے جوش و خروش کے ساتھ مدینہ میں بھی قائم رہی بلکہ نسبتاً زیادہ تیزی اور سرعت کے ساتھ حضورؐ نے مدینہ میں اس فرض کو انجام دیا۔ اور اس راہ میں جس قدر مشکلات پیش آئیں سب کو نہایت استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔

مدینہ میں مرکزی دار التبلیغ کی تعمیر

مدینہ میں داخل ہو کر سب سے پہلا کام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کہ صحابہ کے ساتھ مل کر اپنے ہاتھ سے ایک مسجد تیار کی۔ یہی مقدس عبادتگاہ "مسجد نبوی" کے نام سے آج سجدہ گاہ خلائق بنی ہوئی ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ بنی رہے گی۔

دار التبلیغ کی تعمیر کا مقصد

مسجد نبوی کی تعمیر کا بنیادی مقصد تو یہ تھا کہ مسلمان یہاں پانچوں وقت جمع ہو کر خدائے واحد کی پرستش اور عبادت کیا کریں۔ مگر اس بنیادی اور حقیقی غرض کے ساتھ ساتھ ایک ضمنی غرض یہ بھی تھی کہ یہ مقدس عمارت اسلام کا ایک زبردست، شاندار اور مستقل دار التبلیغ ہو:-

(۱) جہاں سے مبلغین اسلام کو تبلیغ کی ٹریننگ دیکر اشاعتِ اسلام کے لئے مختلف علاقوں میں روانہ کیا جائے۔

(۲) جہاں باہر سے آنے والے غیر مسلم متلاشیان حق کو توحید اور رسالت کی دعوت دی جائے۔

(۳) جہاں بیٹھ کر قبائلی وفود سے خدا کا نبی تبلیغی گفتگو کرے۔

(۴) جہاں بیٹھ کر بت پرستوں، انسان پرستوں، اجسام پرستوں اور آتش پرستوں کو خدا پرست بنایا جائے۔

(۵) جہاں بیٹھ کر لوگوں سے توحید، رسالت اور اعمالِ صالحہ کی بیعت لی جائے۔

(۶) جہاں بیٹھ کر تمام دنیا کے غیر مسلم سلاطین، امراء اور رؤسا کو تبلیغی خطوط بھیجے گئے۔
(۷) جہاں بیٹھ کر مبلغ اسلام اپنے لائق شاگردوں کو تبلیغ و دعوت کے رموز اور نکات سمجھائے۔
(۸) جہاں بیٹھ کر خدا کا مقدس رسولؐ اپنے مخلص اور قابل خادموں سے تبلیغی اور تنظیمی مشورے کرے۔
(۹) جہاں بیٹھ کر مبلغین کو ایسی اعلیٰ دینی تعلیم دی جائے جس سے بہرہ ور ہو کر وہ کفر کے ہر میدان میں کامیاب و فتحمند ہوں۔
(۱۰) جہاں سے نکل کر اسلام کے پرجوش داعی اور توحید الٰہی کے متوالے ہر اسود و احمر کو پیغام حق پہنچائیں۔
(۱۱) جہاں سے تمام تبلیغی اور اشاعتی کام ایک باقاعدہ تنظیم اور انتظام کے ماتحت عمل میں آئے۔
(۱۲) جہاں بیٹھ کر رشد و ہدایت اور دعوت و ارشاد کا مقدس فریضہ بسہولت اور بآسانی انجام دیا جاسکے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توقعات اس "مرکز تبلیغ" سے بہت عمدگی کے ساتھ پوری ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مدنی زندگی میں اس "مرکز تبلیغ" کے ذریعہ اپنا مقدس فرض نہایت خوش اسلوبی سے پورا فرمایا۔

مرکز تبلیغ کی ہیئت و صورت

آجکل کے کالجوں کو دیکھتے ہوئے ناظرین خیال کر رہے ہونگے کہ یہ "تبلیغی کالج" بھی کوئی بڑی وسیع و عریض اور عظیم الشان عمارت ہوگی مگر آپ یہ سن کر حیران رہ جائیں گے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ہاتھ کا بنایا ہوا یہ مقدس "مرکز تبلیغ" صرف ۳۳ گز طویل اور ۳۰ گز عریض زمین پر بنا ہوا تھا اور اس کی اونچائی ساڑھے تین گز تھی۔ اس "تبلیغی کالج" کی دیواریں کچی اینٹوں کی اور ان گھڑ پتھروں کی بنائی گئی تھیں چھت کھجور کے پتوں اور شاخوں کی تھی جو کھجور کے تنوں پر ٹھہری ہوئی تھی۔ "تبلیغی کالج" کا فرش کچا تھا اور بارش کے وقت اس میں کیچڑ ہو جاتی تھی اور چھت بھی خوب ٹپکتی تھی۔ کالج کے ایک گوشے میں مبلغین اور واعظین کے لئے ایک "ہوسٹل" بنایا گیا تھا جو ایک مسقف چبوترے کی شکل میں تھا۔ یہ ہوسٹل "الصفہ" کہلاتا تھا اور جو مبلغین یہاں قیام فرماتے تھے انکو "اہل صفہ" کہتے تھے۔

اس "تبلیغی کالج" سے ملی ہوئی "شیخ الجامعہ" کی کوٹھی تھی جو چھ ہاتھ چوڑی اور دس ہاتھ لمبی ایک کچی کوٹھڑی تھی جس کی چھت کھجور کے پتوں کی اور دیواریں کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھیں۔ فرش بھی کچا تھا۔ چھت اتنی اونچی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر بآسانی اسے چھو سکتا تھا۔ دروازہ پر کمبل کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ رات کو چراغ نہ "شیخ الجامعہ" کی کوٹھی میں جلتا تھا نہ "دار التبلیغ" میں اور نہ مبلغین کے ہوسٹل میں۔ یہ تھی اس دار التبلیغ کی کیفیت و حالت۔

دار التبلیغ کی مختلف خصوصیات

مدینہ کی یہ مقدس عمارت اپنی مختلف خصوصیات اور گوناگوں حیثیات کے لحاظ سے بہت ہی عجیب و غریب تعمیر تھی:۔

(۱) جو عبادت گاہ کا بھی کام دیتی تھی اور درسگاہ کا بھی۔
(۲) یہ عظیم الشان دار التبلیغ بھی تھی اور زبردست اشاعتی مرکز بھی۔
(۳) یہ مہمانوں کے لئے مہمان سرائے کا کام دیتی تھی اور مسافروں کے لئے قیام گاہ کا۔

(۴) کبھی یہ مذہبی عمارت دفترِ جنگ میں تبدیل ہوجاتی تھی اور کبھی فوجی قید خانہ میں۔
(۵) کبھی اس میں اخلاقی، معاشرتی اور مذہبی کانفرنسیں ہوتی تھیں اور کبھی یہ عمارت اسمبلی ہال بن جاتی تھی۔
(۶) کبھی اس میں بیٹھ کر بادشاہوں، امیروں اور قبائل کے سرداروں کو تبلیغی خطوط لکھے جاتے تھے کبھی اس ایوان میں سفیروں اور ایلچیوں کو باریابی کا موقع دیا جاتا تھا۔
(۷) کبھی یہ عمارت "بابِ عالی" بن جاتی تھی جہاں سے بادشاہوں اور والیوں کے نام احکام جاری ہوتے تھے اور کبھی دار القضاء میں تبدیل ہوجاتی تھی، جہاں گورنروں اور حاکموں کو طلب کر کے اُن سے بازپرس کی جاتی تھی۔ یہ حکام اور والی کانپتے ہوئے یہاں آتے تھے اور ڈرتے ہوئے یہاں سے جاتے تھے۔
(۸) کبھی یہاں اصلاح و ارشاد کے درس ہوتے تھے اور کبھی یہ عمارت عسکری تیاریوں کا مرکز بن جاتی تھی۔
(۹) کبھی اس میں انکساری، فروتنی اور عفو و درگذر کی تعلیم دی جاتی تھی اور کبھی گردن کشوں کو نیچا دکھانے اور شہنشاہوں پر لشکر کشی کی تیاریاں ہوتی تھیں۔
(۱۰) کبھی یہاں انتہائی ادب اور حضورِ قلب سے سجدے کئے جاتے تھے اور کبھی زبردست جنگی اور فوجی تیاریوں سے تمام عمارت گونج اُٹھتی تھی۔
(۱۱) کبھی اسکے کچے فرش پر بیٹھ کر قال اللہ اور قال الرسول کے چرچے ہوتے تھے کبھی یہاں فوجی مدبر بڑی اولو العزمی کے ساتھ یہ مشورے کرتے تھے کہ ایران کی فتح کیلئے کس مبلغ اسلام کو سپہ سالار بنا کر بھیجا جائے؟ روم کی عظیم الشان سلطنت کے استیصال کیلئے کس داعیٔ اسلام کو روانہ کیا جائے؟ اور مصر کی تسخیر کیلئے کس خادمِ اسلام کو تجویز کیا جائے؟
(۱۲) اگرچہ روزانہ اسکے کچے فرش پر مسلمان نہایت خضوع و خشوع سے خدا کے حضور میں پانچوں وقت اپنی پیشانیاں زمین پر رکھتے تھے مگر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ اس عمارت کا مقدس بانی عیسائیوں کو بھی اسمیں اپنے طور پر کامل آزادی اور پورے سکون کے ساتھ عبادت کرنے کی کھلی چھٹی دے دیتا تھا۔ گویا اذنِ عام تھا کہ جس مذہب و مشرب کا جو شخص یہاں خدائے واحد کی پرستش کرنی چاہے کر سکتا ہے، کوئی روک نہیں۔

اس دار التبلیغ کے متعلق سر ولیم میور کا بیان

اس مقدس عمارت کی ان عجیب و غریب خصوصیات پر نظر کرتے ہوئے اور انہیں تاریخ کے آئینے میں دیکھ کر "لائف آف محمدؐ" کا یورپین مصنف سر ولیم میور لفٹنٹ گورنر صوبہ یو۔پی (اودھ) حیران رہ گیا اور بے اختیار اُسکے قلم سے "لائف آف محمدؐ" میں اس عمارت کے متعلق یہ پُر از حقیقت فقرے ٹپک پڑے:-

"اگرچہ یہ عمارت سامانِ تعمیر کو دیکھتے ہوئے بہت ہی سادہ اور بالکل معمولی سی تھی لیکن محمدؐ کے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی یہ تعمیر اسلامی تاریخ میں ایک خاص اور امتیازی شان کی مالک ہے۔ محمدؐ اور اُنکے اصحاب اسی عمارت میں اپنے اوقات کا بیشتر حصہ گزارتے تھے۔ اسی عمارت میں اسلامی محاذ کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ یہیں تمام مسلمان جمعہ کے دن خدا کی تازہ وحی سُننے کے لئے نہایت مودبانہ اور

مرعوب حالت میں جمع ہوا کرتے تھے۔ یہیں محمدؐ اپنی فتوحات کی تجاویز پرسٹے کار لایا کرتے تھے۔ یہی وہ ایوان تھا جہاں مفتوح اور مغلوب قبائل کے وفد محمدؐ کے سامنے پیش ہوا کرتے تھے اور یہی وہ دربار تھا جہاں سے وہ شاہی احکام جاری کئے جاتے تھے جو عرب کے دور دراز گوشوں تک باغیوں کو خوف سے لرزا دیا کرتے تھے۔" (لائف آف محمدؐ بحوالہ سیرۃ خاتم النبیین جلد دوم)

دارالتبلیغ کی کیفیت آنحضرتؐ کے بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پُرعظمت دور میں اس عمارت کی اہمیت اور شان میں بے دست اضافہ ہوگیا جبکہ مصر، شام، روم، ایران اور عراق و ترکستان کے سفراء، وفود اور قبائلی سردار اس عمارت میں آتے اور نہایت مودب حالت میں اُس اولوالعزم انسان کے حضور میں پیش ہوتے جو اُس وقت دنیا کا سب سے بڑا شہنشاہ تھا اور جو اپنے اتنے بڑے مرتبہ کے باوجود نہایت ہی معمولی حالت میں فرشِ خاک پر بیٹھ کر ان سرداروں اور اہلکاروں کو شرفِ باریابی بخشتا تھا۔ اس سادگی اور انکساری کیساتھ اسکے رعب و جلال کا یہ حال تھا کہ چین سے لیکر افریقہ تک لوگ اُسکے خوف سے کانپتے رہتے تھے اور کسی بڑے سے بڑے سرکش کی مجال نہ تھی کہ امیر المومنین کی ہیبت اور دبدبہ کے آگے چوں کر سکے۔

اس عظیم الشان اور مقدس تاریخی عمارت کی تبلیغی حیثیت اُس وقت تک قائم رہی جبتک حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دارالخلافہ بنایا۔ اسکے ساتھ ہی اُس مرکزی اور اجتماعی تبلیغِ اسلام کی متبرک تحریک بھی ختم ہوگئی جس کی بنیاد حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی تھی۔ نہ وہاں سے اب مبلغین کی جماعتیں اقصائے عالم میں تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کے لئے بھیجی جاتی تھیں، نہ کوئی انتظام مبلغین کی ٹریننگ اور تربیت کا تھا۔ مبلغینِ اسلام کا ہوسٹل "الصُفّہ" خالی پڑا تھا اور "اہلِ صُفّہ" یکے بعد دیگرے جنّت کو سدھار چکے تھے۔

تبلیغِ اسلام کی حالت اسلامی عہدِ حکومت میں

اس کے بعد بڑی بڑی اسلامی سلطنتیں اور شہنشاہیاں قائم ہوئیں لیکن کسی ایک اسلامی حکومت کو بھی کبھی اپنے ہاں کوئی باقاعدہ تبلیغی محکمہ قائم کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ نہ کبھی کسی سلطنت کی طرف سے مبلغین اور واعظین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرنے کیلئے اطرافِ عالم میں بھیجے گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دورِ زرّین

یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ آیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نہایت وفادار غلامؑ نے اپنے مقدس آقا کی مقدس تحریک کو دوبارہ زندہ کیا جس کے نتیجہ میں حضورؑ کے خادم آج تمام دنیا میں نہایت منظم طریقہ پر اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔

نہایت ہی عجیب اتفاق یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خلیفہ کے عہد میں اسلام کی زبردست اشاعت تمام دنیا میں ہوئی ٹھیک اُسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں نہایت زور و شدت کے ساتھ دوبارہ اقصائے عالم میں اسلام کی تبلیغ ہوئی اور ہو رہی ہے اور ہر ملک و قوم میں ہزاروں سعید روحیں احمدؐ کے نام پر محمود کے ذریعہ محمدؐ کی غلامی میں داخل ہو رہی ہیں۔ یہ تعداد برابر بڑھتی رہے گی اور کسی کی طاقت نہیں کہ اسلام کی روزافزوں ترقی کو روک سکے۔ یہاں تک کہ آخر کار دنیا کا ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی نجات دہندہؐ، ایک ہی کتاب ہوگی اور ایک ہی قبلہ۔

یورپ میں اسلام کی روزافزوں ترقی

پر

وہاں کے عیسائی حلقوں کا اضطراب

انیسویں صدی کے اواخر میں جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ اسلام کو دنیا بھر میں پھر غالب کرنے کا فیصلہ کیا ہے، اب دنیا کی تمام قومیں ایک ایک کر کے اسلام میں داخل ہوں گی، حتیٰ کہ مغرب کی عیسائی اقوام کے لئے بھی اسلام کی صداقت کو تسلیم کرنے اور اس پر دل وجان سے ایمان لانے کے سوا چارہ نہ رہیگا، تو عین اس زمانہ میں امریکہ کے ایک نامی گرامی پادری ڈاکٹر جان ہنری بیروز ڈی۔ ڈی نے جو عیسائیت کے پرچار کی غرض سے برصغیر کے طوفانی دورے پر ہندوستان آئے ہوئے تھے اپنے ایک لیکچر میں اسلام کا نہایت حقارت سے ذکر کرتے ہوئے اعلان کیا:۔

"اسلام ایک مشرقی مذہب ہے، یہ مغرب کی فضا میں سانس لے ہی نہیں سکتا اور نہ ہمارے مغربی ذہن اور مزاج کو یہ کبھی اپیل کر سکتا ہے۔" ("بیروز لیکچرز" صفحہ ۲۱ مطبوعہ مدراس ۱۸۹۷ء، شائع کردہ دی کرسچین لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا)

جب ڈاکٹر بیروز نے کمال درجہ تعلّی کے رنگ میں یہ دل خراش اعلان کیا اُس وقت فی الواقعہ مغرب میں اسلام کے پھیلنے کا خفیف سے خفیف امکان بھی موجود نہ تھا اور بظاہر اُن کی یہ تعلّی درست معلوم ہوتی تھی لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ مغرب میں اسلام کے غالب آنے کی پیشگوئی کسی انسان کی اپنی قیاس آرائی نہیں بلکہ خدائے قدوس کے منہ سے نکلی ہوئی بات ہے کیونکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر ہی دنیا کو اسلام کے غالب آنے کی خوشخبری سنائی تھی۔ ابھی اس اعلان پر بمشکل ساٹھ پینسٹھ سال ہی گزرے ہیں کہ اسلام مغرب کی اُسی سرزمین میں پھیلنا شروع ہو گیا ہے جس کے بارہ میں ڈاکٹر بیروز نے کہا تھا کہ یہ اسلام کے حق میں انتہائی سنگلاخ اور بنجر ثابت ہوگی۔ آج مغرب میں اسلام کی پیشقدمی اور روزافزوں ترقی کو دیکھ کر وہاں کے عیسائی حلقوں میں بے چینی اور اضطراب کی لہر دوڑی ہوئی ہے اور وہ حیران و پریشان ہیں کہ یہ ناممکن بات کیسے ممکن ہو گئی۔ ثبوت کے طور پر ذیل میں ہم سوئٹزرلینڈ کے مشہور روزنامے "Berner Tagblatt" کے ایک نوٹ کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو اُس نے "دی احمدیہ موومنٹ" کے زیرِ عنوان اپنی ۱۱ رجون ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں شائع کیا ہے۔ اگرچہ اپنے اس نوٹ میں وہ جگہ جگہ تعصب کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکا ہے تاہم اس سے اتنا ضرور ظاہر ہو جاتا ہے کہ

آج جماعت احمدیہ کی عظیم الشان تبلیغی جد و جہد کے نتیجے میں مشرق و مغرب میں اسلام کو جو سر بلندی حاصل ہو رہی ہے اس پر عیسائی دنیا کو کس قدر پریشانی اور اضطراب لاحق ہے اور وہ اس جماعت کی تبلیغی جد و جہد سے کس درجہ خطرہ محسوس کر رہی ہے۔

اخبار مذکور رقمطراز ہے :-

"کہیں اس خیال کے پیش نظر کہ تحریک احمدیت کا آغاز (جیسا کہ اس کے عجیب و غریب نام سے بھی ظاہر ہے) ہندوستان ایسے دور دراز ملک سے ہوا ہے۔ ہم میں سے بعض لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ اس تحریک سے ہمیں کیا تعلق یا واسطہ ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں ہم کو یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ آجکل کی دنیا میں فاصلوں کی دوری اور بُعد کا سوال کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ آجکل تو طویل سے طویل فاصلہ بھی قریب ترین فاصلہ کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ خود اس ملک میں جماعت احمدیہ کے تبلیغی مشن کا وجود اس کا بیّن ثبوت ہے۔ کیا اس کے نتیجہ میں زیورک میں خود ہمارے اپنے درمیان ایک اسلامی عبادت گاہ یعنی مسجد کی تعمیر ممکن ہوتی نہیں دکھائی دے رہی ؟ پھر آج سے چودہ سال قبل یہ بات بھی کچھ کم سنسنی پھیلانے کا موجب نہ ہوئی تھی کہ جب ۱۹۴۷ء میں تین ہندوستانی باشندوں نے یہاں "زیورک بوائزر انُفل شوٹنگ" کے موقع پر باتصویر اشتہارات تقسیم کئے تھے۔ اِن اشتہارات کا عنوان تھا "مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے، ہندوستان میں اُن کے مقبرہ کی دریافت" اشتہار کے متن میں لکھا تھا کہ مسیح ناصری واقعہ صلیب کے بعد نہایت پُراسرار طریق پر روپوش ہو گئے تھے۔ یہودیوں کے نزدیک اُن کا صلیب دیا جانا اُن کے دعوئ مسیحیت کے بطلان پر دال تھا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ انہوں نے تو بنی نوع انسان کے گناہوں کی پاداش میں کفارہ کے طور پر اپنی جان دی۔ اس بارہ میں یہودی اور عیسائی دونوں غلطی پر ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مسیح کو اس حال میں صلیب پر سے اُتارا گیا تھا کہ اُن پر بیہوشی طاری تھی۔

اس زمانہ کے مامور احمد (علیہ السلام) آف قادیان نے دنیا میں مبعوث ہو کر اعلان کیا کہ مسیح (علیہ السلام) صلیب کے اثرات سے صحتیاب ہو گئے تھے۔ پھر انہوں نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا، وہاں پہنچ کر اپنے پیغام کی اشاعت کی، بالآخر طبعی موت سے وہیں وفات پائی اور کشمیر میں دفن ہوئے۔ احمد (علیہ السلام) کو اپنے اس انکشاف کا آثاراتی ثبوت بھی مل گیا اور وہ اس طرح کہ آپ قبر مسیح کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو گئے۔ آپ نے "یوز آصف" نامی ایک مسلمان ولی کی قبر دریافت ہونے پر اس کے نام کو "یسوع آسف" میں تبدیل کر دیا اور دعویٰ یہ کیا کہ اس کے معنی ہیں "یسوع ۔ لوگوں کو اکٹھا کرنے والا"۔ اس طرح جو مقبرہ دریافت ہوا اسے مسیح ناصری کا مقبرہ ثابت کر دیا گیا۔

یہ احمد (علیہ السلام) کون تھے ؟ سو یاد رہے کہ آپ کا پورا نام مرزا غلام احمد تھا۔ آپ ۱۸۳۵ء کے قریب ہندوستان کے قادیان نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے ۱۹۰۸ء میں وفات پائی۔ اپنی جوانی کے ایام میں آپ نے عیسائیت نیز زمانہ جدید کی متعدد اصلاحی تحریکوں کے خلاف زوردار مضامین لکھے تھے اور اس طرح مسلمانوں میں کافی مقبولیت

حاصل کر لی تھی بعد ازاں آپ نے لوگوں سے بیعت لے کر انہیں باقاعدہ اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کر لیا۔ ۱۸۹۱ء میں آپ نے دعویٰ کیا کہ خدا نے بذریعہ الہام آپ کو خبر دی ہے کہ مسیح ناصریؑ جن کی آمد ثانی کے مسلمان اور عیسائی دونوں ہی منتظر ہیں وفات پا چکے ہیں اور اب وہ خود اس دنیا میں دوبارہ واپس نہیں آ سکتے۔ جہاں تک ان کی آمد ثانی کا تعلق ہے اس سے مراد صرف یہ تھی کہ ایک ایسا شخص دنیا میں مبعوث ہوگا جو مسیح کی خو بو اور اوصاف کا حامل ہوگا۔ احمد (علیہ السلام) کا دعویٰ یہ ہے کہ آپ خود اسی حیثیت سے دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں۔ اگرچہ آپ کی تعلیم کے بعض پہلوؤں کی بناء پر کٹر اور راسخ العقیدہ مسلمانوں نے آپ کی بہت مخالفت کی۔ اس کے باوجود ایک تجربہ کار مناظر اور صحافی ہونے کے باعث آپ اپنے نظریات کو پھیلانے میں کامیاب رہے۔ آپ کی جاری کردہ تحریک (جماعت احمدیہ) جس کا مقصد تمام مسلمان فرقوں کو متحد کر کے انہیں اصل اور حقیقی اسلام پر کاربند کرنا اور اسلام کو ایک عالمگیر مذہب بنانا ہے، جلد جلد بڑھنے اور پھیلنے لگی۔

جماعت احمدیہ میں خلافت کے نظام کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ بانیٔ سلسلہ مسیح موعود کی حیثیت سے خدا تعالیٰ کی قدرتِ اوّل کے مظہر تھے اور خلافت قدرتِ ثانیہ کی مظہر ہے۔ اس سے مراد بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے جانشین ہیں جنہیں ایک لحاظ سے رومن کیتھولک چرچ کے پوپ کی سی حیثیت حاصل ہے۔ پہلے جانشین کے طور پر مولوی نور الدین صاحب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خلیفہ منتخب ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے بعد بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے فرزند مرزا محمود احمد صاحب (ایدہ اللہ تعالیٰ) کا خلیفۂ ثانی کی حیثیت سے انتخاب عمل میں آیا۔ اب ان کی عمر ۷۰ سال سے متجاوز ہے اور آجکل وہ صاحبِ فراش ہیں۔

احمدیت کی تحریک انگلستان میں ۱۹۱۷ء میں ہی پہنچ گئی تھی۔ اپنے وطن یعنی ہندوستان میں اسے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن یہ مخالفت اس کے مزید بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا موجب بنی۔ ۱۹۳۴ء میں اس جماعت کی طرف سے ہندوستان سے باہر کے ممالک میں تبلیغِ اسلام کی غرض سے طوعی طور پر ایک فنڈ کے قیام میں شمولیت کی اپیل کی گئی۔ لیکن دوسری عالمی جنگ چھڑ جانے کے باعث مبلّغینِ اسلام کا پہلا گروپ ۱۹۴۵ء سے قبل باہر نہ بھجوایا جا سکا۔ مبلّغین کے اس پہلے گروپ میں شیخ ناصر احمد بھی شامل تھے جنہیں یورپ بھجوایا گیا۔ آجکل وہ زیورک میں تبلیغ اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ اس دوران میں یہ جماعت دنیا کے اور بہت سے حصوں میں بھی پھیل گئی ہے۔ جہاں تک یورپ کا تعلق ہے لندن، ہمبورگ، فرانکفورٹ، میڈرڈ، دی ہیگ، زیورک اور سٹاک ہالم میں اب اس جماعت کے باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہیں۔ امریکہ کے شہروں میں سے واشنگٹن، لاس انجلیز، نیویارک، پٹسبرگ اور شکاگو میں بھی اس کی شاخیں موجود ہیں۔ اس سے آگے گرینا ڈا، ٹرینیڈاڈ، اور ڈچ گی آنا میں بھی یہ لوگ مصروفِ کار ہیں۔ افریقی ممالک میں سے سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، لائبیریا اور مشرقی افریقہ

میں بھی ان کی خاصی جمعیت ہے۔ مشرق وسطی اور ایشیا میں سے مسقط، دمشق، بیروت، ماریشس، برطانوی شمالی بورنیو، کولمبو، رنگون، سنگاپور اور انڈونیشیا میں ان کے تبلیغی مشن کام کر رہے ہیں۔

دوسری عالمگیر جنگ سے قبل ہی قرآن کا دنیا کی سات مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا چنانچہ اب تک ڈچ، جرمن اور انگریزی میں پورے قرآن مجید کے تراجم عربی متن کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ عنقریب روسی ترجمہ بھی منظرِ عام پر آجائے گا۔

اس جماعت کا نصب العین بہت بلند ہے اور وہ یہ کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوعِ انسان کو ایک ہی مذہب کا پابند بنا کر انہیں باہم متحد کر دیا جائے، وہ مذہب احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے۔ اسکے ذریعہ یہ لوگ پوری انسانیت کو اسلامی اخوت کے رشتہ میں منسلک کر کے دنیا میں حقیقی اور پائیدار امن قائم کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں توقع ہے کہ بالآخر تمام بنی نوع انسان اسلام کی آغوش میں آکر مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ جماعت خود اور اس کا اپنے مولد و مسکن سے نکل کر پوری دنیا پر اس قدر مضبوطی سے پھیل جانا نوعِ انسان کی روحانی تاریخ کے دیگر عجیب و غریب واقعات میں سے ایک عجیب و غریب واقعہ اور نشان ہے جو فی زمانہ بنی نوع انسان کے ذہنی الجھاؤ اور انتشار پر دلالت کرتا ہے۔

احمدیت اور اسلام کا مسیح کی صلیب کو بُری طرح سے رد کر دینا اس امر کا آئینہ دار ہے کہ یہ جماعت بھی نجات کی آسمانی امید سے تہی دست ہے کیونکہ دنیا کے نجات دہندہ کی صلیب انسانیت کی موجودہ پراگندگی اور انتشار کے باوجود مفاہمت کی وہ واحد علامت ہے جو انسانوں کا خدا سے رشتہ جوڑنے کی ضمانت دے سکتی ہے! اور آئندہ بھی ہمیشہ دیتی رہے گی۔"

ہر چند کہ سوئٹزرلینڈ کے مذکورہ بالا اخبار کا یہ نوٹ مخالفانہ جذبہ کے تحت لکھا گیا ہے اور اس میں قبرِ مسیح کی دریافت سے متعلق ثابت شدہ تاریخی حقائق کو جھٹلانے کی بھی کوشش کی گئی ہے اور آخر میں عیسائیت کے بالمقابل اسلام اور احمدیت کو باطل مذہب قرار دینے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی تاہم جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ تبلیغ اسلام کی عالمگیر مہم اور خود یورپ اور امریکہ میں اس کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ اور روز افزوں ترقی سے متعلق اعتراف کے رنگ میں اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ آج سے ساٹھ پینسٹھ سال قبل یورپ کے نامی گرامی پادری ببانگِ دہل یہ اعلان کر رہے تھے کہ اسلام ایک مشرقی مذہب ہے وہ مغرب کی سرزمین میں اپنے پاؤں جما ہی نہیں سکتا۔ آج ان کی نئی نسلیں بصد حسرت و یاس یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو چکی ہیں کہ جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں ہر طرف اور ہر سمت میں اسلام ترقی کر رہا ہے حتیٰ کہ مغرب کی فضائیں بھی نعرہ ہائے تکبیر و تحمید سے

گونج رہی ہیں۔ کجا وہ تعلّی کہ اسلام مغرب میں پھیل ہی نہیں سکتا اور کجا پریشانی اور گھبراہٹ کا یہ اظہار کہ جماعتِ احمدیہ کے تبلیغی مشن لندن، ہمبرگ، فرانکفورٹ، دی ہیگ، میڈرڈ، زیورک، سٹاک ہالم، واشنگٹن، نیویارک، لاس انجلیز، پٹسبرگ، شکاگو، ٹرینیڈاڈ اور ڈچ گیانا میں بھی قائم ہو چکے ہیں، وہاں مساجد کی تعمیر برابر عمل میں آ رہی ہے، قرآن مجید کے تراجم پھیلائے جا رہے ہیں، اور خود یورپی اور امریکی باشندے عیسائیت کو خیرباد کہہ کہہ کر اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ خدائی نشان نہیں تو اور کیا ہے۔ انتہائی مخالف اور ناساعد حالات میں بجز خدا کے کون یہ محیّر العقول انقلاب لا سکتا تھا۔ بلاشبہ یہ انقلاب خدا تعالیٰ کے فرشتوں نے اس کے اِذن سے ہی برپا کیا ہے اور وہی اسے پایۂ تکمیل کو پہنچائیں گے۔

اگر تعصب سے پاک ہو کر دیکھا جائے تو اِس میں صاف خدائی ہاتھ کام کرتا دکھائی دیتا ہے۔ آج سے ۶۵ سال قبل سرزمینِ برصغیر سے بیک وقت دو آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ ایک عیسائیت کے نمائندے (ڈاکٹر جان ہنری بیروز ڈی۔ڈی) کی طرف سے کہ اسلام مغرب میں کبھی پھیل ہی نہیں سکتا اور ایک اسلام کے بطلِ جلیل (حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصّلوٰۃ والسلام) کی طرف سے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے الہامِ خاص سے خبر دی ہے کہ اب اسلام دنیا میں پھیلے گا۔ اور اِس شان سے پھیلے گا کہ ہر قوم اِس کے آسمانی چشمے سے پیئے گی، کالے اور گورے، زرد اور گندم گوں الغرض ہر قوم اور ہر نسل کے لوگ اسلام میں داخل ہوں گے۔ کیا مشرق اور کیا مغرب ہر جگہ اسلام غالب آئے گا اور اس شان سے غالب آئے گا کہ دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا، ایک ہی کتاب ہو گی اور ایک ہی قبلہ۔ دنیا شاہد ہے کہ ان دو باہم مخالف و متضاد اعلانوں پر نصف صدی بھی نہیں گزرنے پاتی کہ اسلام مغرب میں پھیلنا شروع ہو جاتا ہے، کیا یورپ اور کیا ایشیا، کیا امریکہ اور کیا افریقہ بیک وقت ہر براعظم میں اسلام کی منادی ہونے لگتی ہے۔ کیا یہ صورتِ حال اس امر پر دال نہیں ہے کہ بات خدا کی ہی غالب رہی؟ کیا آج آسمان کی فضائے بسیط پر وكلمة الله هي العليا (التوبہ آیت ۴۰) کی آیت درخشندہ حروف میں لکھی ہوئی نظر نہیں آ رہی؟ مغرب میں اسلام کی روز افزوں ترقی کے بارہ میں سوئس اخبار کا مذکورہ بالا اعتراف اِس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ بات خدا کی ہی پوری ہوئی اور ہوتی چلی جائے گی یہاں تک کہ اسلام پورے کرۂ ارض پر محیط ہو جائے گا۔ خدائی فیصلے محکم اور اٹل ہیں کوئی نہیں جو اس کی مشیّت کے خلاف دم مار سکے مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:-

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور ٭ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

یہ اس کا محکم اور اٹل فیصلہ ہے کہ اب اسلام دنیا میں غالب آ کر رہے گا! اور آئے گا بھی مسیح پاک علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت کے ذریعے۔ دنیا کی کوئی طاقت خواہ وہ کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو اسلام کے اِس موعودہ غلبہ کو روک نہیں سکتی اور نہ اس کی راہ میں مزاحم ہو سکتی ہے ٭

خدا تعالیٰ اپنی طرف آنے والے کی کوشش کو ضائع نہیں کرتا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

,, مجرم وہ ہے جو اپنی زندگی میں خدا تعالی سے اپنا تعلق کاٹ لیوے ۔ اس کو تو حکم تھا کہ وہ خدا تعالی کے لئے ہو جاتا اور صادقوں کے ساتھ ہو جاتا مگر وہ ہوا و ہوس کا بندہ بن کر رہا اور شریروں اور دشمنان خدا اور رسولؐ سے موافقت کرتا رہا گویا اس نے اپنے طرز عمل سے دکھا دیا کہ وہ خدا تعالی سے قطع تعلق کر رہا ہے ۔ یہ ایک عادۃ اللہ ہے کہ انسان جدھر قدم اٹھاتا ہے اس کی مخالف جانب سے وہ دور ہوتا جاتا ہے ۔ وہ خدا تعالی کی طرف سے الگ ہو کر اگر ہوا و ہوس نفسانی کا بندہ ہو جاتا ہے تو خدا اس سے دور ہو جاتا ہے ..... اور اگر خدا تعالی سے محبت کرتا ہے اور پانی کی طرح اس کی طرف جھکتا ہے تو سمجھ لے کہ وہ مہربان ہے ۔ محبت کرنے والے سے زیادہ اللہ تعالی اس کو محبت کرتا ہے ۔

جو خدا کے لئے ہوتا ہے خدا اسکا ہو جاتا ہے ۔ خدا تعالی اپنی طرف آنے والے کی سعی اور کوشش کو ضائع نہیں کرتا ۔ یہ ممکن ہے کہ زمیندار اپنا کھیت ضائع کر لے ، نوکر موقوف ہو کر نقصان پہنچاوے ، امتحان دینے والا کامیاب نہ ہو ، مگر جو خدا تعالی کی طرف سعی کرنے والا ہو کبھی بھی ناکام نہیں رہتا ۔ اس کا سچا وعدہ ہے کہ و الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ۔ خدا تعالی کی راہوں کی تلاش میں جو جویا ہوا وہ آخر منزل مقصود پر پہنچا ،،

(ملفوظات)

صرف ٹائٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں چھپا ۔